مولانا مودودی صاحب کے رسالہ ''قادیانی مسئلہ'' کا جواب

از
سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ ھُوَ النَّاصِرُ

مولانا مودودی صاحب کے رسالہ ''قادیانی مسئلہ'' کا جواب

(تحریر کردہ نومبر 1953ء)

مولانا مودودی صاحب نے ایک رسالہ ''قادیانی مسئلہ'' مارچ 1953ء میں شائع کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب اِس وقت تک ایک لاکھ کے قریب مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔ چونکہ مُلک کے حالات ایسے تھے کہ لوگوں کی طبائع میں بہت کچھ جوش تھا اور مودودی صاحب نے ظلم سے کام لیتے ہوئے ایسے رنگ میں احمدیوں کے خلاف مضمون شائع کیا تھا کہ جس سے طبائع میں اشتعال پیدا ہو جائے اس لئے جماعت احمدیہ نے خیال کیا کہ کچھ عرصہ تک اس مضمون کا جواب نہ دیا جائے اور دیکھا جائے کہ اس خاموشی کا کیا اثر پڑتا ہے لیکن چونکہ اس خاموشی کا کوئی خوشگوار اثر نہیں پڑا اور چونکہ اب تک جماعت احمدیہ کی نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے کوئی جواب اس رسالہ کا شائع نہیں ہؤا اس لئے ہم مزید انتظار نہ کرتے ہوئے اس کتاب کا جواب شائع کرتے ہیں۔

قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے لئے 31 علماء (یا 33 علماء) نے فیصلہ کیا

(ا) سب سے اوّل مودودی صاحب نے کہا ہے کہ قادیانیوں کو جُداگانہ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ 33 سربر آوردہ علماء نے کیا۔ مودودی صاحب یہ بھول گئے ہیں کہ علماء

کی جو مجلس 16 جنوری 1953ء کو کراچی میں ہوئی تھی اس میں 31 علماء تھے اور کراچی کے بعض دوسرے علماء نے شور مچایا تھا کہ اَور علماء کو بھی اس کمیٹی میں شامل کیا جائے لیکن ان 31 علماء نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ گزشتہ اجتماع میں جو علماء شریک ہوئے تھے وہی شریک کئے جائیں زیادہ نہیں اور اس خبر کا ہیڈنگ یہ دیا گیا کہ:-

’’31 علماء کے اجتماع میں مزید علماء کو شریک نہیں کیا جائے گا‘‘۔[1]

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ 31 علماء کا ایک بورڈ بنا تھا 33 کا نہیں اور جب بعض دوسرے علماء نے اس بورڈ میں شمولیت کا مطالبہ کیا تو اُنہیں جواب دیا گیا کہ 31 سے زائد کوئی شخص شامل نہیں کیا جا سکتا لیکن لطیفہ یہ ہے کہ اسلامی جماعت کے ’’تسنیم‘‘ اخبار نے 17 جنوری کی اشاعت میں تو یہ بات شائع کی اور اسی جماعت کے دوسرے اخبار ’’کوثر‘‘ نے 25 جنوری کو یہ خبر شائع کی کہ:-

’’دستوری سفارشات پر غور کرنے کے لئے پاکستان بھر کے 33 علماء کا جو اجتماع کراچی میں 10 جنوری سے ہو رہا تھا اس نے مسلسل آٹھ روز غور کے بعد دستوری سفارشات کے متعلق اپنی مفصّل رائے پیش کر دی ہے‘‘۔

اور آخر میں لکھا کہ 22 دسمبر 1952ء کو جب دوبارہ اس مجلس کا اجلاس بلائے جانے کا فیصلہ ہؤا تھا تو یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ انہی احباب کو دعوت دی جائے جو جنوری 1951ء کے اجتماع میں شریک ہوئے تھے۔[2]

ترجمان القرآن جلد 35 عدد 4,3 1951ء میں بھی جنوری 1951ء میں منعقد ہونے والے اجلاس کی تشریح شائع ہو چکی ہے اور اس میں بھی 31 علماء کے اجتماع کا ذکر ہے۔ گویا ترجمان القرآن جنوری، فروری 1951ء 31 علماء کے اجتماع کا دعویٰ کرتا ہے اور جماعتِ اسلامی کا اخبار ’’تسنیم‘‘ بھی اپنی 17 جنوری 1953ء کی اشاعت میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ 31 علماء ہی اس اجتماع میں شریک تھے اور انہی کو آئندہ شامل کرنے کا فیصلہ

کیا گیا ہے اور ’’کوثر‘‘ (25 جنوری 1953ء) بھی یہی تسلیم کرتا ہے کہ جنوری 1951ء میں جو علماء بلوائے گئے تھے انہی کو آئندہ بلوانے کا فیصلہ کیا گیا تھا لیکن باوجود اس کے ’’کوثر‘‘ یہ لکھتا ہے کہ بلوائے جانے والے علماء 33 تھے۔ قطع نظر اس کے کہ 31 یا 33 جو تعداد بھی تھی آیا سارے پاکستان میں اتنے ہی علماء ہیں اور اگر اس سے زائد تعداد علماء کی ہے تو صرف ان 31 یا 33 کو کس بنیاد پر منتخب کیا گیا تھا۔ ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب جنوری 1951ء میں 31 علماء کا اجتماع ہوُا تھا اور جب جنوری 1953ء میں یہ فیصلہ کر دیا گیا تھا کہ ان 31 علماء سے زائد کوئی آدمی نہیں لیا جائے گا تو پھر یہ 31 کا عدد 33 کس طرح ہو گیا؟ آیا علماء اس چودھویں صدی میں بھی حساب سے اتنے ناواقف ہیں کہ وہ 31 اور 33 میں فرق نہیں سمجھ سکتے یا اس اجتماع میں شامل ہونے والوں کی اکثریت تقویٰ سے اتنی عاری تھی کہ جن علماء نے اس میں شمولیت کا مطالبہ کیا تھا ان کو تو اس نے یہ جواب دے دیا کہ 31 علماء سے زائد کسی اور کو نہیں بلایا جائے گا اس لئے آپ کو نہیں بلایا جا سکتا اور بعد میں اپنی کسی ذاتی غرض کے ماتحت دو اَور علماء بیچ میں شامل کر لئے لیکن یہ بھی ہو تب بھی یہ اعتراض باقی رہ جاتا ہے کہ وہ علماء جو انتخاب کی باریکیوں پر اپنی رپورٹ میں اتنا زور دیتے ہیں اُنہوں نے علماء کے بورڈ کے انتخاب کے وقت کیوں کسی قاعدہ کو ملحوظ نہیں رکھا اور کیوں آپ ہی آپ ایک جماعت نے اپنے آپ کو لیڈر بنا کر گورنمنٹ کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔

یہ مطالبہ اکثر تعلیم یافتہ لوگوں کی رائے اور پاکستان کے اکثر صوبوں کے عوام کی رائے کے خلاف تھا

(2) دوسری بات مولانا مودودی صاحب نے یہ لکھی ہے کہ باوجود اس کے کہ یہ مطالبہ قادیانی مسئلہ کا بہترین حل ہے۔

’’تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد ابھی تک اس کی صحت و معقولیت کی قائل نہیں ہو سکی ہے اور پنجاب و بہاولپور کے ماسوا دوسرے علاقوں خصوصاً بنگال میں ابھی عوام النّاس بھی پوری

طرح اس کا وزن محسوس نہیں کر رہے‘‘۔3

جب یہ بات ہے تو یہ عوام الناس کا مطالبہ کس طرح ہو گیا؟ کیا یہ ظلم اور خلافِ حقیقت بات نہیں کہ ایک طرف تو مودودی صاحب خود لکھتے ہیں کہ تعلیم یافتہ گروہ کا کثیر حصّہ اس مطالبہ کی حقیقت کو نہیں سمجھتا اور سندھ، بنگال، بلوچستان، صوبہ سرحد، کراچی اور خیر پور کے عوام النّاس کا اکثر حصّہ بھی اس کی اہمیت سے واقف نہیں مگر باوجود اس کے وہ وزارت کو دھمکیاں دیتے ہیں کہ:-

’’انہیں دیکھنا یہ چاہئے کہ مطالبہ معقول ہے یا نہیں اور اس کی پُشت پر رائے عام کی طاقت ہے یا نہیں؟ اگر یہ دونوں باتیں ثابت ہیں تو پھر جمہوری نظام میں کسی منطق سے ان کو ردّ نہیں کیا جاسکتا‘‘۔4

مولانا مودودی صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اور کسی منطق سے یہ مطالبہ ردّ ہو سکے یا نہ ہو سکے خود مودودی صاحب کی منطق سے وہ ردّ ہو جاتا ہے کیونکہ حکومت کی طرف سے ان کو یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ یہ مطالبہ ایسا ہے کہ:-

’’تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد ابھی تک اس کی صحت و معقولیت کی قائل نہیں ہو سکی ہے اور پنجاب و بہاولپور کے ماسوا دوسرے علاقوں خصوصاً بنگال میں ابھی عوام النّاس بھی پوری طرح اس کا وزن محسوس نہیں کر رہے‘‘۔

اور یہ بات خود مودودی صاحب کو تسلیم ہے اس لئے ہم اس مطالبہ کو قبول نہیں کر سکتے۔ اب بتائیے کہ حکومت کے اس جواب کا آپ کے پاس کیا منطقی ردّ ہو گا۔ کیا یہ جواب جمہوریت کے اصول کے عین مطابق ہو گا یا نہیں اور کیا یہ جواب سچّا ہو گا یا نہیں اور اگر یہ جواب جھوٹا ہے تو آپ نے یہ جھوٹ اپنی کتاب میں کیوں درج کیا؟

قادیانیوں نے ختم نبوت کی نئی تفسیر کر کے سوادِ اعظم سے قطع تعلق کر لیا

(3) مولانا مودودی صاحب اس کے بعد یہ سوال اُٹھاتے ہیں کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینا

اس پوزیشن کا لازمی نتیجہ ہے جو خود احمدیوں نے اختیار کر رکھی ہے اور وہ پوزیشن یہ ہے کہ:-

(3-الف) ختم نبوت کی اُنہوں نے نئی تفسیر کی ہے جو مسلمانوں کی متفق علیہ تفسیر سے علیحدہ ہے اور اس مسلمانوں کی تفسیر سے صحابہ کرام بھی متفق تھے اور اسی وجہ سے اُنہوں نے ہر اس شخص کے خلاف جنگ کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کیا اور بعد کے مسلمان بھی یہی تعریف سمجھتے آئے ہیں لیکن احمدیوں نے اس آیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی مُہر ہیں اور آئندہ جو نبی آئے گا وہ آپ کی تصدیق سے آئے گا۔

(3-ب) اس تفسیر کا نتیجہ یہ نِکلا کہ احمدیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متعدد نبی آسکتے ہیں۔

(3-ج) اور یہ کہ شریعتِ اسلامی نے نبی کی جو تعریف کی ہے ان معنوں کے رُو سے حضرت مرزا صاحب مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں اور

(4) اس کے بعد اُنہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ مرزا صاحب کو جو نبی نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

(5) اور پھر اُنہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کا اسلام اَور ہے اور مسلمانوں کا اسلام اَور ہے۔ ان کا خدا اَور ہے اور مسلمانوں کا خدا اَور ہے۔ ان کا قرآن اَور ہے اور مسلمانوں کا قرآن اَور ہے۔ ان کا حج اَور ہے اور مسلمانوں کا حج اَور ہے۔

(6) اور اس اختلاف کو مزید کھینچ کر

(6- الف) انہوں نے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز قرار دے دیا۔

(6-ب) ان کا جنازہ پڑھنا ناجائز قرار دے دیا۔

(6-ج) ان کو لڑکی دینا ناجائز قرار دے دیا۔

(7) اور عملاً بھی وہ مسلمانوں سے کٹ گئے اور یہ کام اُنہوں نے ترک کر

دیئے۔ پس جبکہ خود اپنے فعل کی وجہ سے وہ اقلیت بن گئے ہیں تو ان کو اقلیت قرار دے دینا چاہئے۔

اب ہم ان اعتراضات کا نمبر وار جواب دیتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ اور ائمہ سلف نے خاتم النّبیّین کے کیا معنی سمجھے!

(3۔الف) مولانا مودودی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ ختم نبوت کی احمدیوں نے نئی تفسیر کی ہے جو صحابہ کرام کی تفسیر اور بعد کے مسلمانوں کی تفسیر کے خلاف ہے یہ ایک بے دلیل دعویٰ ہی نہیں بلکہ خلافِ حقیقت دعویٰ بھی ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے ایک مقتدر ہستی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ فرماتی ہیں:-قُوْلُوْا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ [5] یعنی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیّین تو ضرور کہو مگر یہ نہ کہا کرو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

ان الفاظ سے صاف ثابت ہے کہ:

(الف) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خاتم النّبیّین کے معنی اور سمجھتی تھیں اور لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ کے معنی اور سمجھتی تھیں۔

(ب) وہ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ کے الفاظ کو ذوالمعانی خیال فرماتی تھیں کیونکہ باوجود اس کے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ وہ فرماتی ہیں کہ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ نہ کہا کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ تو اُمید نہیں کی جاسکتی کہ وہ مسلمانوں کو یہ نصیحت فرماتی ہوں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے وہ نہ کہا کرو۔ پس ان کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ اس فقرہ کے کئی معنے ہیں ایک معنوں سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس فقرہ کو استعمال نہ کیا کرو۔ وہ غلط فہمی یہی ہو سکتی تھی کہ کلیۃً بغیر کسی شرط کے ہر قسم کی نبوت کا انکار بھی اس فقرہ سے نِکل سکتا تھا مگر وہ اس خیال کو درست نہیں سمجھتی تھیں اس لئے وہ اس فقرہ کے استعمال سے منع فرماتی تھیں۔ یہ ایسی ہی بات تھی جیسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ جاؤ اور اعلان کر دو کہ جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا وہ داخل جنت ہو گیا۔ جب

حضرت ابو ہریرہؓ یہ اعلان لے کر باہر نکلے تو سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بات سُن کر زور سے تھپڑ مارا اور وہ زمین پر گر گئے۔ زمین سے اُٹھ کر وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شکایت کرنے کے لئے بھاگے۔ حضرت عمرؓ بھی ان کے پیچھے پیچھے آئے اور اُنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا آپ نے یہ پیغام ابو ہریرہؓ کو دیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ہاں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یارسول اللہ! ایسا نہ کیجئے ورنہ لوگوں کو غلط فہمی ہو گی اور وہ عمل ترک کر بیٹھیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہت اچھا۔[6]

اس حدیث سے صاف پتہ لگتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو حضرت عمرؓ رد ّنہیں کرتے بلکہ یہ ڈرتے ہیں کہ اس بات کے غلط معنی لے لئے جائیں گے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شُبہ کا اظہار فرماتے ہیں اور آپ اس شُبہ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ یہی مؤقف حضرت عائشہؓ اور احمدیوں کا ہے۔ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان حدیثوں کو مانتے ہیں جن میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ لیکن وہ ان معنوں کو نہیں مانتے جو اس ذومعانی فقرہ سے لوگ نکال لیتے ہیں اور اس غلط مفہوم کو لوگوں میں پھیلانے سے منع کرتے ہیں۔ نہ حضرت عائشہؓ کا منشاء تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقرہ غلط بیان فرمایا ہے نہ حضرت عمرؓ کا یہ منشاء تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غلط ہے۔ اگر وہ ایسا سمجھتے تو ان کا ایمان کہاں باقی رہتا اور پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تصدیق کیوں فرما دیتے اور انہی کے طریق کو احمدیوں نے اختیار کیا ہے۔

دُنیا میں یہ بات عام ہے کہ بعض فقرے سیاق وسباق سے مل کر صحیح معنے دیتے ہیں۔ سیاق وسباق سے علیحدہ ہو کر صحیح معنے نہیں دیتے۔ مثلاً یہی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا فقرہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اَور موقع پر حضرت علیؓ کے متعلق استعمال فرمایا ہے۔ اس سیاق وسباق کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس فقرہ کا وہ مفہوم نہیں ہے

جو اس کو وسیع کرنے والے لیتے ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔[7] یعنی اے علی مَیں تجھے اس غزوہ پر جاتے ہوئے (آپ اس وقت غزوۂ تبوک پر جارہے تھے) اپنے پیچھے خلیفہ مقرر کر چلا ہوں اور تیری حیثیت میرے پیچھے ایسے ہی ہو گی جیسے ہارون علیہ السلام کی موسیٰؑ کے پیچھے تھی لیکن اے لوگو! یہ امر یاد رکھو کہ علیؓ میرے بعد نبی نہ ہو گا یعنی ہارونؑ موسیٰؑ کی غَیبت میں نبی تھے مگر علی رضی اللہ عنہ آپ کے عرصۂ غیبت میں نبی نہیں ہوں گے۔ (قرآن کریم میں بھی انتشارِ ضمائر کا اصول استعمال ہؤا ہے اس لئے یہ اعتراض کی بات نہیں)

پھر پُرانے بزرگوں نے بھی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے وہی معنی سمجھے ہیں جو احمدی بیان کرتے ہیں۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین صاحب ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

> ''وہ نبوت جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کے ساتھ منقطع ہوئی ہے وہ تشریعی نبوت ہے مقامِ نبوت نہیں۔ پس اب کوئی ایسی شریعت نہیں آئے گی جو آپ کی شریعت کی ناسخ ہو یا آپ کے احکام میں کوئی نیا حکم زائد کرے اور آپ کا یہ فرمان کہ رسالت اور نبوت ختم ہو گئی۔ پس اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا نہ نبی۔ اس کے بھی یہی معنی ہیں''۔[8]

پس مودودی صاحب احمدیوں پر فتویٰ لگانے سے پہلے حضرت عائشہؓ اور امام اکبر حضرت محی الدین صاحب ابن عربی پر بھی تو فتویٰ لگا دیکھیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کہ وہ بھی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے ان کے متعلق بھی ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے (جسے درمنثور نے نقل کیا ہے) کہ کسی شخص نے ان کے سامنے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس پر مغیرہ نے کہا تیرے لئے یہ کافی ہے کہ تو یہ کہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں

(یعنی لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے کی ضرورت نہیں) کیونکہ ہم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوں گے۔ اگر وہ ظاہر ہوئے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی نبی تھے اور آپؐ کے بعد بھی نبی ہوں گے۔[9]

یہ روایت بتاتی ہے کہ خاتم النّبیّین کے جو معنی ہم کرتے ہیں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بھی اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے نزدیک بھی درست تھے اور وہ اس بات کے قائل تھے کہ بغیر شرط اور قید کے ہر قسم کی نبوت کے انقطاع کا عقیدہ رکھنا اسلام کی رو سے جائز نہیں۔ باقی رہا یہ کہ پھر کس قسم کا نبی آسکتا ہے۔ تو پُرانے بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ ایسا نبی آسکتا ہے جو کوئی نئی شریعت نہ لائے اور کوئی نیا حکم نہ لائے مگر بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ نہ صرف یہ دو شرطیں ضروری ہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی ہو اور تمام فیض اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہو اور اسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کے لئے اور قرآن کریم اور شریعتِ اسلامیہ کے احیاء کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔ گویا آپ نے اس دروازہ کو کھولا نہیں بلکہ پہلے بزرگوں کی نسبت اور زیادہ تنگ کر دیا ہے۔ اب ایسا آدمی اُمّت محمدیہ کو توڑنے والا کس طرح کہلا سکتا ہے۔ وہ تو جوڑنے والا ہے۔ مکان کی مرمت کرنے والا اُسے توڑتا نہیں جوڑتا ہے۔

مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی وغیرہ سے ان کی بغاوت کی وجہ سے جنگ کی گئی تھی

ہمارے اس بیان سے ظاہر ہے کہ جس قسم کے نبی کے آنے کو احمدی جائز سمجھتے ہیں اس کے خلاف صحابہ جنگ نہیں کرتے تھے بلکہ ایسے عقیدہ کی تائید کرتے تھے۔ پس مولانا مودودی صاحب کا یہ لکھنا کہ صحابہؓ نے ہر اُس شخص کے خلاف جنگ کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا صحابہؓ کے اقوال کے خلاف ہے۔

مولانا مودودی صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

جن لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا اور جن سے صحابہؓ نے جنگ کی وہ سب کے سب ایسے تھے جنہوں نے اسلامی حکومت سے بغاوت کی تھی اور اسلامی حکومت کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تھا۔ مولانا کو اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کا بہت دعویٰ ہے۔ کاش وہ اس امر کے متعلق رائے ظاہر کرنے سے پہلے اسلامی تاریخ پڑھ کر دیکھ لیتے تو اُنہیں معلوم ہو جاتا کہ مسیلمہ کذّاب، اسود عنسی، سجاح بنت حارث اور طلیحہ بن خویلد اسدی یہ سب کے سب ایسے لوگ تھے جنہوں نے مدینہ کی حکومت کی اتباع سے انکار کر دیا تھا اور اپنے اپنے علاقوں میں اپنی حکومتوں کا اعلان کر دیا تھا۔ مولانا اگر تاریخ ابن خلدون جلد 2 صفحہ 65 کو کھول کر پڑھنے کی تکلیف گوارا فرمائیں تو انہیں وہاں یہ عبارت نظر آئے گی کہ:-

> ''تمام عرب خواہ وہ عام ہوں یا خاص ہوں ان کے ارتداد کی خبریں مدینہ میں پہنچیں صرف قریش اور ثقیف دو قبیلے تھے جو ارتداد سے بچے اور مسیلمہ کا معاملہ بہت قوت پکڑ گیا اور طے اور اسد قوم نے طلیحہ بن خویلد کی اطاعت قبول کر لی اور غلفان نے بھی ارتداد قبول کر لیا اور ہوازن نے بھی زکوٰۃ روک لی اور بنی سلیم کے امراء بھی مرتد ہو گئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ امراء یمن اور یمامہ اور بنی اسد اور (دوسرے ہر علاقہ اور) شہر سے واپس لوٹے اور اُنہوں نے کہا کہ عرب کے بڑوں نے بھی اور چھوٹوں نے بھی سب کے سب نے اطاعت سے انکار کر دیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انتظار کیا کہ اسامہ واپس آئے تو پھر اُن کے ساتھ جنگ کی جائے لیکن عبس اور ذبیان کے قبیلوں نے جلدی کی اور مدینہ کے پاس ابرق مقام پر آکر ڈیرے ڈال دیئے اور کچھ اور لوگوں نے ذوالقصّہ میں آکر ڈیرے ڈال دیئے ان کے ساتھ بنی اسد کے معاہد بھی تھے اور بنی کنانہ میں سے بھی کچھ لوگ ان سے مِل گئے تھے ان سب نے ابو بکرؓ کی طرف وفد بھیجا اور مطالبہ کیا کہ نماز تک تو ہم آپ کی بات ماننے کے لئے تیار ہیں لیکن

زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے ہم تیار نہیں لیکن حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اس بات کو ردّ کر دیا''۔ 10

اِس حوالہ سے ظاہر ہے کہ صحابہؓ نے جن لوگوں سے لڑائی کی تھی وہ حکومت کے باغی تھے۔ اُنہوں نے ٹیکس دینے سے انکار کر دیا تھا اور اُنہوں نے مدینہ پر حملہ کر دیا تھا۔ مسیلمہ نے تو خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپؐ کو لکھا تھا کہ:-

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آدھا مُلک عرب کا ہمارے لئے ہے اور آدھا مُلک قریش کے لئے ہے''۔ 11

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نے حجر اور یمامہ میں سے ان کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن آثال کو نکال دیا اور خود اس علاقہ کا والی بن گیا۔ 12 اور اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اسی طرح مدینہ کے دو صحابہ حبیب بن زیدؓ اور عبداللہ بن وہب کو اس نے قید کر لیا اور ان سے زور کے ساتھ اپنی نبوت منوانی چاہی۔ عبداللہ بن وہب نے تو ڈر کر اس کی بات مان لی مگر حبیب بن زیدؓ نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر مسیلمہ نے اس کا عضو عضو کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔ 13

اسی طرح یمن میں بھی جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افسر مقرر تھے ان میں سے بعض کو قید کر لیا اور بعض کو سخت سزائیں دی گئیں۔ اسی طرح طبری نے لکھا ہے کہ اسود عنسی نے بھی علم بغاوت بُلند کیا تھا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو حکام مقرر تھے ان کو اس نے تنگ کیا تھا اور ان سے زکوٰۃ چھین لینے کا حکم دیا تھا۔ 14

پھر اس نے صنعاء میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ حاکم شہر بن باذان پر حملہ کر دیا۔ بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا، لوٹ مار کی، گورنر کو قتل کر دیا اور اس کو قتل کر دینے کے بعد اس کی مسلمان بیوی سے جبراً نکاح کر لیا۔ 15

بنو نجران نے بھی بغاوت کی اور وہ بھی اسود عنسی کے ساتھ مل گئے اور اُنہوں نے دو صحابہ عمرو بن حزمؓ اور خالد بن سعیدؓ کو علاقہ سے نکال دیا۔ 16

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ مدعیان نبوت کا مقابلہ اس وجہ سے نہیں کیا گیا تھا کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے نبی ہونے کے دعویدار تھے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کے مُدعی تھے بلکہ صحابہ نے ان سے اس لئے جنگ کی تھی کہ وہ شریعت اسلامیہ کو منسوخ کر کے اپنے قانون جاری کرتے تھے اور اپنے اپنے علاقہ کی حکومت کے دعویدار تھے اور صرف علاقہ کی حکومت کے دعویدار ہی نہیں تھے بلکہ اُنہوں نے صحابہ کو قتل کیا۔ اسلامی مُلکوں پر چڑھائیاں کیں، قائم شُدہ حکومت کے خلاف بغاوت کی اور اپنی آزادی کا اعلان کیا۔ ان واقعات کے ہوتے ہوئے مولانا مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ نے مُدعیانِ نبوت کا مقابلہ کیا۔ یہ جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ صحابہ کرام انسانوں کے قتل کو جائز قرار دیتے تھے تو کیا یہ محض اس وجہ سے ٹھیک ہو جائے گا کہ مسیلمہ کذّاب بھی انسان تھا اور اسود عنسی بھی انسان تھا۔ ہم مولانا مودودی اور جماعتِ اسلامی سے بادب درخواست کرتے ہیں کہ اگر ان کے مدِ نظر اسلام کی خدمت ہے تو وہ سچ کو سب سے بڑا مقام دیں اور غلط بیانی اور واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے سے کُلّی طور پر احتراز کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس بات کی توفیق دے تا کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچّے متبعین میں شامل ہونے کا موقع پا سکیں۔

اکابرینِ اُمّت کی شہادت کہ ’’خاتَم‘‘ کے معنی مُہر کے ہیں

باقی رہا یہ کہ احمدیوں نے خاتم النّبیّن میں ’’خاتَم‘‘ کے معنی مُہر کے کر دیئے ہیں حالانکہ پہلے لوگ یہ معنے کرتے تھے۔ یہ ایک اتنی بڑی جہالت کا فقرہ ہے کہ مولانا مودودی جیسے آدمی سے اس کی اُمید نہیں تھی۔ علامہ الوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ لفظ ’’خاتَم‘‘ (جو خاتم النّبیّن میں استعمال ہؤا ہے) اس چیز کو کہتے ہیں جس سے مُہر لگائی جاتی ہے۔ پس خاتم النبیین کے معنے ہیں جس سے نبیوں پر مُہر لگائی گئی اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آپ آخری نبی تھے۔[17]

علامہ الوسی کی تفسیر مسلمانوں کی مشہور ترین تفسیروں میں سے ہے اور وہ

مفسرین اور علماء میں بڑے پایہ کے آدمی سمجھے جاتے ہیں ایسا شخص اپنی کتاب میں صدیوں پہلے لکھ چُکا ہے کہ خَاتَم النّبییّٖن میں ’’خاتم‘‘ کے معنے مُہر کے ہیں۔

اِسی طرح تفسیر فتح البیان جو در حقیقت علامہ شوکانی کی تفسیر فتح القدیر ہے لیکن نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنے نام سے شائع کروائی ہے اس میں لکھا ہے کہ ’’خاتم‘‘ میں ت کے نیچے زیر بھی بعض قراءتوں میں آئی ہے اور بعض قراءتوں میں زبر بھی آئی ہے۔ زیر کی صورت میں اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ نبیوں کے آخر میں آئے ہیں اور زبر کی صورت میں اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ نبیوں کی مُہر بن گئے جس سے وہ مُہریں لگاتے تھے اور فخر کرتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم میں سے ہیں۔

مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی پرنسپل جامعہ دیوبند فرماتے ہیں:-

’’محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مُہر سب نبیوں کی اور ہے اللہ سب چیزوں کو جاننے والا‘‘۔18

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں کہ:-

’’جیسے خَاتَم بفتحِ التّاء کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے ایسے ہی موصوف بالذّات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے۔ حاصل مطلب آیت کریمہ اس صورت میں یہ ہو گا کہ ابوّت معروفہ تو رسول اللہ صلعم کو کسی مَرد کی نسبت حاصل نہیں۔ یہ ابوّت معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے‘‘۔19

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کے نزدیک خَاتَم کا لفظ بمعنی مُہر استعمال ہؤا ہے۔

علامہ ابن خلدون بھی فرماتے ہیں کہ صوفیاء ولایت کو اپنے مراتب کے فرق کے لحاظ سے نبوت سے مشابہت دیتے ہیں اور جس کو ولایت میں کمال حاصل ہو اُسے

''خَاتَمُ الولایۃ'' کہتے ہیں۔ یعنی وہ اس مقام کو پا گیا جس میں ولایت کے سارے کمالات آجاتے ہیں جس طرح خَاتَمُ الانبیاء اس مقام کو پاگئے تھے جس میں نبوت کے تمام کمالات آجاتے ہیں''۔[20]

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ خَاتَم النّبییّن بمعنے نبیوں کی مُہر احمدیوں کے کئے ہوئے معنے نہیں بلکہ شروع زمانہ سے علماء اسلام یہ معنے کرتے آئے ہیں اور اگر یہ معنے کُفر ہیں۔ اگر ان معنوں کے رُو سے انسان اُمّتِ محمدیہ سے نِکل جاتا ہے اگر وہ اسلامی حکومت کے شہری حقوق سے محروم ہو جاتا ہے تو پھر علامہ الوسی، علامہ شوکانی، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، مولانا محمود الحسن صاحب استاذ علماء دیوبند ان سب کو اُمّتِ محمدیہ سے نِکلا ہوا اور حکومت اسلامی کے شہری حقوق سے محروم قرار دیا جائے گا۔

اُمّتِ محمدیہ کے روحانی علماء کا بُلند ترین مقام

(3-ب) پھر مولانا مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ

اس تفسیر کا نتیجہ یہ نِکلا کہ احمدیوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد متعدد نبی آسکتے ہیں۔

مولانا مودودی صاحب اور ان کے اَتباع کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ بات ہم ہی نہیں کہتے۔ یہ بات بہت سے گزشتہ صلحاء بھی کہہ چکے ہیں بلکہ خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرما چکے ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَلْعُلَمَاءُ مَصَابِیْحُ الْاَرْضِ وَ خُلَفَاءُ الْاَنْبِیَاءِ وَ وَرَثَتِیْ وَوَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ۔[21] یعنی علماء زمین کے چراغ ہیں نبیوں کے خلفاء ہیں، میرے وارث ہیں اور سب انبیاء کے وارث ہیں۔

اِسی طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بعض صوفیاء نے یہ حدیث منسوب کی ہے کہ ''عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ'' [22] یعنی میری اُمّت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔

ایک دوسری جگہ مجدّد الف ثانی صاحب یوں فرماتے ہیں کہ:-

''کمل تابعان انبیاء علیہم الصَّلوٰات وَالتسلیمات بجہت

کمال متابعت و فرطِ محبت بلکہ بمحض عنایت و موہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود را جذب مے نمائند و بکلیت برنگ ایشاں منصبغ مے گردند حتی کہ فرق نمے ماند درمیان متبوعان و تابعان الا بالاصالۃ و التبعیۃ والاولیۃ والآخریۃ''۔ 23

یعنی انبیاء کے جو کامل متبعین ہوتے ہیں وہ ان کی انتہائی متابعت اور محبت کی وجہ سے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی عنایت اور موہبت سے انبیاء کے تمام کمالات اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور انہیں کے رنگ میں کامل طور پر رنگین ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ تابع اور متبوع میں سوائے اصالت اور متابعت اور اوّل اور آخر ہونے کے اور کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔

ختم نبوت کی تشریح بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے الفاظ میں

ان علماء اور صلحاء نے جو مفہوم ختم نبوت کا بیان کیا ہے بالکل وہی مفہوم بلکہ اس سے زیادہ پابندیوں کے ساتھ بانیٔ سلسلہ احمدیّہ نے ختمِ نبوت کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ چنانچہ ہم آپ کے چند حوالہ جات ذیل میں درج کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

''وہ خاتم الانبیاء ہے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحبِ خاتم ہے بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اس کی اُمّت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہو گا اور بجز اس کے کوئی نبی صاحبِ خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مِل سکتی ہے جس کے لئے اُمتی ہونا لازمی ہے''۔ 24

''خاتم النّبییّن کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغائرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مُہر کو توڑنے والا ہو گا جو خاتم النّبیّین پر ہے لیکن اگر کوئی شخص اس

خاتم النّبیّین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفیٔ غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مُہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمدؐ ہے گو ظلّی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلّی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا پھر بھی سیّدنا محمد خاتم النّبیّین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے‘‘۔25

’’عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس کو بروزی طور پر محمدیّت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جُدا نہیں اور نہ شاخ اپنے بیج سے جُدا ہے‘‘۔26

’’اگر مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی مَیں یہ شرف مکالمہ و مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمّتی ہو‘‘۔27

’’خدا تعالیٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اسی جگہ یہ اشارہ بھی فرما دیا ہے کہ آنجناب اپنی روحانیت کی رُو سے ان صلحاء کے حق میں باپ کے حکم میں ہیں جن کی بذریعہ متابعت تکمیل نفوس کی جاتی ہے اور وحی الٰہی اور شرف مکالمات کا ان کو بخشا جاتا ہے..... اب کمالِ نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبی کی مُہر رکھتا ہو گا اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہو گا‘‘۔28

''اللہ جلّ شانُہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ ٔ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہر گز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النّبیّین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنے اس حدیث کے ہیں کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔ یعنی میری اُمّت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرّہ کچھ دخل نہ تھا۔ اسی وجہ سے میری طرح ان کا یہ نام نہ ہوا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمّتی بلکہ وہ انبیاء مستقل نبی کہلائے اور براہ راست ان کو منصبِ نبوت مِلا''۔ **29**

مذکورہ بالا تشریح حضرت بانی ٔ سلسلہ احمدیہ نے ختم نبوت کی کی ہے اور ہر دیانتدار آدمی کو ماننا ہو گا کہ اس تشریح میں آپ کُلّی طور پر صحابہ اور اولیاء وفقہاء اُمّت سے متفق ہیں اور آپ پر حملہ کرنا صحابہ اور اولیاء اُمّت پر حملہ کرنا ہے لیکن ہم اپنا آخری نوٹ اس بارہ میں لکھنے سے پہلے یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ اجمالاً بانی ٔسلسلہ احمدیہ کا عقیدہ ختم نبوت کے بارہ میں تمام مسلمانوں کے مطابق تھا۔ آپ لکھتے ہیں:-

''دوسرے الزامات جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں کہ یہ شخص لیلۃ القدر کا مُنکر ہے اور معجزات کا انکاری اور معراج کا مُنکر اور نیز نبوت کا مُدعی اور ختم نبوت سے انکاری ہے یہ سارے الزامات باطل اور دروغ محض ہیں۔ ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہلِ سُنت و جماعت کا مذہب ہے ..... اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا میں کرتا ہوں

کہ مَیں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں اور ایسا ہی ملائکہ اور معجزات اور لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں“۔ 30

اُمّتِ محمدیہ میں ہزاروں انسان کمالاتِ نبوت حاصل کرنے والے آسکتے ہیں

بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا عقیدہ اوراولیاءِ سابق کا عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں بیان کرنے کے بعد اور یہ بتانے کے بعد کہ خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُمّتِ محمدیہ کے باصفا علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کا وارث اور اپنا وارث قرار دیا ہے ہم مودودی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اصل سوال حقیقت کا ہوتا ہے یا ناموں کا؟ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کے باصفا علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کا جانشین قرار دیتے ہیں۔ جب ایسے علماء اسلام میں ہوتے رہے ہیں جو اس منصب کے دعویدار رہے ہیں اور آئندہ بھی ایسے لوگ ہوتے رہیں گے جو نبیوں کے قائم مقام ہوں گے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہوں گے اور بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے تو اور کیا چیز باقی رہ گئی۔ یہ سچ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں مولانا مودودی اور ان کی طرح کے علماء مراد نہیں جن کی نظریں ہمیشہ زمین اور حکومت کی طرف رہتی ہیں آسمان اور عرش کی طرف کبھی نہیں اُٹھتیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے یہی فضل نازل ہو سکتا ہے کہ انہیں کسی مُلک کی گورنری یا بادشاہت مِل جائے مگر وہ علماء جو خلفاءِ انبیاء ہوتے ہیں اور وارثِ انبیاء ہوتے ہیں وہ ان چیزوں کو بالکل حقیر سمجھتے ہیں ان کی نظر دُنیا کی اصلاح اور اپنے نفس کی اصلاح اور اسلام کی اشاعت پر ہوتی ہے وہ زمین کی بادشاہتوں کو نہیں دیکھتے وہ آسمان کی بادشاہتوں کو دیکھتے ہیں۔ کراچی کا گورنر جنرل ہاؤس ان کی نظروں میں نہیں ہوتا۔ نہ قاہرہ کا شاہی قلعہ ان کے ذہنوں میں ہوتا ہے۔ وہ حضرت محی الدین صاحب

ابن عربی، حضرت شیخ عبد القادر صاحب جیلانی، حضرت جنید بغدادی، حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتی، شیخ شہاب الدین صاحب سہروردی، شیخ بہاؤالدین صاحب نقشبندی، حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام مالک، حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، حضرت شیخ احمد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی کی طرح خدا اور اس کے عرش کی طرف دیکھتے ہیں اور اس اُمید میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ انہیں اُٹھائے اور اپنے تخت پر دائیں اور بائیں انہیں بٹھادے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی زبانوں سے جھوٹ نہیں نکلتا اور جو دُنیوی لالچوں سے بالکل آزاد ہوتے ہیں جو تنگ نظری سے محفوظ ہوتے ہیں جو خدا کی مخلوق کو کچلنے اور مسلنے کی نیتیں نہیں کرتے بلکہ ان کو سنوارنے اور سدھارنے کے ارادے رکھتے ہیں وہ اسلام کو ایسی بھیانک شکل میں پیش نہیں کرتے کہ دُنیا اس کو دیکھ کر مُنہ پھیر لے بلکہ وہ اسلام کو ایسی خوش شکل میں پیش کرتے ہیں کہ شدید سے شدید مخالف بھی رغبت اور محبت سے اس کی طرف مائل ہو اور ایک مسلمان سچّے طور پر یہ کہہ سکے کہ میرا دین وہ ہے کہ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ[31] اسلام کے احکام کو دیکھ کر اور اس کے حُسنِ سلوک اور اس کی تعلیم کے جمال کو دیکھ کر کافر بھی بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتا اور اسلامی تعلیم اس کو حاصل ہوتی تاکہ وہ بھی اپنے ہم مجلسوں میں فخر کے ساتھ اپنی گردن اُٹھا سکتا اور کسی دُشمن کے سامنے اسے شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔

کیا مودودی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے جو کچھ حاصل کیا تھا وہ بنی اسرائیل کے چھوٹے چھوٹے نبیوں سے بھی کم تھا جو بعض دفعہ دس دس گاؤں یا بیس بیس گاؤں کی طرف مبعوث ہوتے تھے۔ کیا ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کے اخلاقِ فاضلہ، معرفتِ تامہ یقین مابعد، توکّل علی اللہ اور خدا کی راہ میں قُربانی اور ایثار کے مقابلہ میں بنی اسرائیل کے ان سینکڑوں نبیوں کے بھی جن کے نام تک آج محفوظ نہیں ہیں ویسے ہی کارنامے پیش کئے جاسکتے ہیں؟ اُمّتِ محمدیہ میں جس قسم کے روشن ستارے پیدا ہوئے ہیں

اور جس قسم کے شاندار وجود پیدا ہوئے ہیں ہم تو دیکھتے ہیں کہ موسوی اُمّت اور دوسری بہت سی اُمتوں میں وہ لوگ جو کہ انبیاء کے نام سے پُکارے جاتے ہیں ان سے ان کی شان کم نہیں تھی بلکہ بعض لحاظ سے بڑی تھی۔ مولانا مودودی صاحب کو احمدیوں کا غم کھائے جارہا ہے لیکن اسلام کا غم ان کے پاس تک نہیں پھٹکتا۔ اپنی عظمت کے حصول کی تمنّا انہیں جلائے جارہی ہے لیکن عظمائے اسلام کی عظمت کے قیام کا خیال تک ان کے پاس نہیں پھٹکتا۔ ان کے نزدیک وہ سب کے سب نہایت گھٹیا قسم کے لوگ تھے اور نبوت کے کمالات سے محروم تھے جبکہ نہایت چھوٹے چھوٹے آدمی بنی اسرائیل کے اس مقام کو پاگئے۔ جب احمدی یہ کہتے ہیں کہ ہزاروں آدمی اس اُمّت میں کمالاتِ نبوت حاصل کرنے والے آسکتے ہیں تو وہ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل۔ باقی رہا یہ کہ خدا کی حکمت بعض مصلحتوں کی بناء پر اور بعض فتنوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی وقت کسی کو نبی کا نام نہیں دیتی تو یہ کوئی بات نہیں۔ اصل بات تو حقیقت کا پایا جانا ہے۔ جب حقیقت کسی میں پائی جاتی ہے تو خواہ ہم اس کا نام وہ نہ رکھیں یہ تو ہم ضرور کہیں گے کہ اس مقام کے لوگ اُمّتِ محمدیہ میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور پیدا ہوتے چلے جائیں گے کوئی حسد سے جل جائے کوئی بُغض سے مَر جائے ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام سب نبیوں سے بالا ہے۔ آپؐ کی شان سب نبیوں سے ارفع ہے۔ آپؐ کے شاگرد پہلے نبیوں کے شاگردوں سے ارفع ہیں۔ جو جلتا ہے جلے۔ اس صداقت کے اعلان سے ہم باز نہیں رہ سکتے۔

تعریفِ نبوت اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ

(3-ج) اس کے بعد مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے موجودہ خلیفہ نے لکھا ہے کہ شریعتِ اسلامی جو معنے کرتی ہے ان معنوں کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحب ہر گز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ یہ سخت غضب ہو گیا ہے۔ نہ معلوم مولانا کو اس پر کیوں غصّہ آیا۔ جماعت احمدیہ کے موجودہ خلیفہ تو یہ بھی کہتے ہیں

کہ آجکل کے مسلمان جو تعریف نبی کی سمجھتے ہیں اس کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحب ہرگز نبی نہیں اُن کو اسلام کی تعریف سے کیا غرض ہے اُن کی اپنی تعریف کی رُو سے حضرت مرزا صاحب نبی نہیں ہیں اور اس میں احمدی بھی ان سے متفق ہیں اور اسلام کی بیان کردہ اقسامِ نبوت میں سے ایک قسم جس کے کھلا رہنے کا ثبوت قرآن و حدیث سے ملتا ہے اگر اس کے کھلا رہنے کا احمدی دعویٰ کریں تو ان پر کیا اعتراض ہے؟ کیا اسلام یہ نہیں کہتا کہ خدا تعالیٰ بعض لوگوں کو نبی کے نام سے پُکار لیتا ہے؟ (رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔[32]) اور کیا اسلام یہ نہیں کہتا کہ اولیاءِ اُمّت پر خدا تعالیٰ کا الہام ہمیشہ اُترتا رہے گا۔ (اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔[33]) اور کیا حدیث یہ نہیں کہتی کہ کوئی شخص اپنے نفس کو اس بات سے محروم نہ سمجھے کہ کسی دن اللہ تعالیٰ کے حکم کو وہ اپنے نفس میں محسوس کرے لیکن اس کے بعد وہ اس حکم کو لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ایک دن پوچھے گا کہ کیوں تُو نے میری بات لوگوں کو نہیں بتائی؟ اس پر وہ شخص کہے گا کہ اے خدا! مَیں لوگوں سے ڈرتا تھا کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ مَیں زیادہ حقدار تھا کہ تُو مجھ سے ڈرتا۔[34]

اسی طرح کیا اولیاءِ اسلام میں سے مولانا روم یہ نہیں فرماتے کہ

چوں بدادی دستِ خود در دست پیر
بہر حکمت کو علیم است و خبیر
کو نبیٔ وقت خویش است اے مرید
زانکہ او نورِ نبی آمد پدید![35]

یعنی جب تو اپنا ہاتھ اپنے پیر کے ہاتھ میں دیتا ہے اس غرض سے کہ وہ دین اسلام کو خوب جاننے والا اور واقف ہے اور اس لئے کہ اے مرید! وہ اپنے وقت کا نبی ہے۔ اس لئے نبی ہے کہ نبی کا نور اس کے ذریعہ سے ظاہر ہو گیا۔

(مولانا روم وہ ہیں جن کی شاگردی اور نقل کا دعویٰ ڈاکٹر اقبال کو ہے اور اقبال وہ ہیں جن کو آجکل کے علماء کا طبقہ قائداعظم سے بڑھانے کی کوشش میں لگا ہؤا ہے۔ مولانا مودودی صاحب فرمائیں کہ یہ مولانا روم بھی اسلام سے خارج اور کُشتنی اور گردن زدنی تھے یا ان کا یہ دعویٰ صحیح تھا؟)

مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت

(4) آگے چل کر مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ نبوت کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ احمدیوں نے یہ اعلان کر دیا کہ جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ مولانا مودودی صاحب اور ان کے اتباع کو یاد رکھنا چاہئے کہ مرزا صاحب تو خدا کی طرف سے مامور تھے۔ حدیثوں میں تو یہ بھی آتا ہے کہ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا۔[36] یعنی جو شخص جانتے بوجھتے ہوئے نماز کو چھوڑتا ہے وہ اپنے کُفر کا خود اعلان کر دیتا ہے۔

اب مولانا مودودی صاحب فرمائیں کہ کتنے مسلمان آجکل نماز پڑھتے ہیں؟ ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ مولانا مودودی صاحب پوری طرح صحیح واقعہ بیان کرنے کے عادی نہیں ہیں لیکن یہ اتنی کھلی بات ہے کہ ہم اس میں مولانا مودودی صاحب کی گواہی ہی ماننے کے لئے تیار ہیں۔ وہ بتا دیں کہ سَو میں سے ایک نماز پڑھتا ہے یا ہزار میں سے ایک نماز پڑھتا ہے یا کتنے پڑھتے ہیں اور آیا وہ جان بوجھ کر نماز کے تارک ہیں یا نماز کے وقت کوئی شخص انہیں پکڑ لیتا ہے۔

مولانا مودودی صاحب اس گواہی کے دینے سے پہلے مہربانی فرما کر اپنا یہ بیان ضرور پڑھ لیں:-

> ’’مَیں پہلے بیان کر چُکا ہوں کہ مسلمان اور کافر میں علم اور عمل کے سوا کوئی فرق نہیں ہے اگر کسی شخص کا علم اور عمل ویسا ہی ہے جیسا کافر کا ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے تو وہ بالکل جھوٹ کہتا ہے۔ کافر قرآن کو نہیں پڑھتا اور نہیں جانتا کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ یہی حال اگر مسلمان کا بھی ہو تو وہ مسلمان کیوں کہلائے۔ کافر نہیں جانتا کہ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تعلیم ہے اور آپ نے خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ کیا بتایا ہے۔ اگر مسلمان بھی اسی طرح ناواقف ہو تو وہ مسلمان کیسے ہوا۔ کافر خدا کی مرضی پر چلنے کی بجائے اپنی مرضی پر چلتا ہے۔ مسلمان بھی اگر اسی طرح خود سر اور آزاد ہو، اسی کی طرح اپنے ذاتی خیالات اور اپنی رائے پر چلنے والا ہو، اسی کی طرح خدا سے بے پرواہ اور اپنی خواہش کا بندہ ہو تو اسے اپنے آپ کو مسلمان (خدا کا فرمانبردار) کہنے کا کیا حق ہے۔ کافر حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتا اور جس کام میں اپنے نزدیک فائدہ بالذّات دیکھتا ہے اس کو اختیار کر لیتا ہے چاہے خدا کے نزدیک وہ حلال ہو یا حرام۔ یہی رویہ اگر مسلمان کا ہو تو اس میں اور کافر میں کیا فرق ہوا؟ غرض یہ کہ جب مسلمان بھی اسلام کے علم سے اتنا ہی کورا ہے جتنا کافر ہوتا ہے اور جب مسلمان بھی وہی سب کچھ کرے جو کافر کرتا ہے تو اس کو کافر کے مقابلہ میں کیوں فضیلت حاصل ہو اور اس کا حشر بھی کافر جیسا کیوں نہ ہو''۔[37]

اب مولانا صاحب فرمائیں کہ وہ کون سے مسلمان ہیں جن کو احمدیوں نے کافر قرار دیا ہے۔ وہ اوپر کے حوالہ میں اشارتاً فیصلہ کر چکے ہیں کہ سوائے ان کی جماعت کے اور کوئی مسلمان ہی نہیں اور جب یہ بات ہے تو پھر ان کا غصہ صرف اسی بات پر ہے نہ کہ ان کے اتباع کو کیوں کافر قرار دے دیا گیا۔ باقی مسلمانوں کو تو وہ خود بھی کافر کہہ چکے ہیں۔

لیکن ہم یہاں یہ کہہ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ احمدیوں کے نزدیک کافر کی بھی تعریف اور ہے جس طرح نبی کی تعریف اور ہے۔ کفر کے جو معنے آجکل کے علماء کرتے ہیں احمدیوں کے نزدیک مسلمان تو خیر مسلمان ہیں ہی، یہودی اور عیسائی اور ہندو بھی اس تعریف کی رو سے کافر نہیں کہلا سکتے کیونکہ کفر کی وہ تعریف نہایت ظالمانہ ہے۔

احمدی تمام مسلمان کہلانے والوں کو اُمّتِ محمدیہ میں ہی سمجھتے ہیں اور سمجھتے رہے ہیں

پھر مولانا مودودی صاحب کو یہ بھی یاد رہے کہ احمدی تمام مسلمان کہلانے والے لوگوں کو اُمّتِ محمدیہ میں سمجھتے ہیں اور اگر انہوں نے کسی جگہ پر کافر کا لفظ استعمال بھی کیا ہے تو اس کے صرف یہ معنے ہیں کہ وہ مرزا صاحب کی صداقت کے مُنکر ہیں یہ معنے نہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں نہیں یا اصولِ اسلام کو نہیں مانتے۔ کافر کے معنے عربی زبان میں مُنکر کے ہیں۔ جب کوئی شخص مرزا صاحب کو نہیں مانتا تو عربی زبان اس کے لئے کافر کا لفظ ہی استعمال کیا جائے گا لیکن اگر کوئی یہ لفظ بولے تو اس کے معنے کھینچ تان کر یہ کرلیں کہ وہ اسے خدا اور رسول کا مُنکر کہتا ہے یہ سخت ظلم کی بات ہے۔ کبھی احمدیوں نے مسلمانوں کو اُمّتِ محمدیہ سے خارج نہیں سمجھا۔ کبھی احمدیوں نے مسلمان کہلانے والوں کو کلمہ کا مُنکر قرار نہیں دیا، کبھی احمدیوں نے مسلمانوں کو خدا اور قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حشر و نشر اور تقدیر کا مُنکر قرار نہیں دیا۔ جب بھی کہا یہی کہا ہے کہ ان سے غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے ایک بڑی بھاری صداقت کا انکار کیا ہے۔ یعنی حضرت مرزا صاحب کو جو خدمتِ دین اور اشاعت کے لئے آئے تھے نہیں مانا اور اس طرح اسلام کی ترقی میں روک بنے۔

مرزا صاحب کے الہامات میں یہ صاف طور پر واضح ہے کہ تمام مسلمان کہلانے والے اُمّتِ محمدیہ میں شامل ہیں۔ آپ کا ایک الہام ہے رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ۔[38] یعنی اے میرے خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کی اصلاح فرما۔ اسی طرح آپ کا الہام ہے کہ ''سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ''۔[39]

مودودی صاحب اس بات کو بھی تو نہ بھولیں کہ مرزا صاحب نے کسی شخص کو کافر کہنے میں ابتدا نہیں کی۔ آپ صاف فرماتے ہیں:-

''اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمّہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ

گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کُفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور نادان لوگ ان کے فتوؤں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے مُنہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی ان کے نزدیک ایک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا''۔ **40**

اسی طرح فرماتے ہیں:-

''اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ اُنہوں نے مجھ کو کافر کہا۔ میرے لئے فتویٰ تیار کیا مَیں نے سبقت کر کے ان کے لئے کوئی فتویٰ تیار نہیں کیا''۔ **41**

بانیٔ سلسلہ کے متعلق علماء کا فتویٔ کُفر

مولانا یہ بھُول گئے ہیں کہ بارہ سال تک بانیٔ سلسلہ احمدیہ مسلمانوں کی منّت سماجت کرتے رہے کہ یہ تعدّی نہ کرو اور مجھے غیر مسلم نہ کہو اور بارہ سال تک ان کی مسجدوں میں احمدی نمازیں پڑھتے رہے بلکہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بھی بعض دفعہ ان کی مسجدوں میں جا کر نماز پڑھی لیکن علماء اسلام کا دل نہ پسیجنا تھا نہ پسیجا۔ وہ برابر آپ کے متعلق یہی لکھتے چلے گئے کہ:-

''مرزا (کادیانی) کافر ہے، چھپا مرتد ہے، گمراہ ہے، گمراہ کنندہ ہے، ملحد ہے، دجال ہے، وسوسہ ڈالنے والا، ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والا۔ لَا شَکَّ اَنَّ مِرْزَا کَافِرٌ مُرْتَدٌّ زِنْدِیْقٌ ضَالٌّ مُضِلٌّ مُلْحِدٌ دَجَّالٌ وَسْوَاسٌ خَنَّاسٌ''۔ **42**

''مرزا قادیانی اہلِ اسلام سے خارج ہے اور سخت ملحد اور ایک دجّال دجّالون مخبر عنہا سے ہے اور پیرو اس کے گمراہ ہیں''۔ **43**

''حقیقت میں ایسا شخص منجملہ ان دجالوں کے ایک دجّال مگر بڑا بھاری دجّال بلکہ اس کا عمّ وخال ہے''۔44

''میرے نزدیک اس کے کُفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ وہ کافر ہے، بد ہے اور شریعتِ محمدیہ کا مخالف۔ اس کو باطل کرنا چاہتا ہے۔ خدا اُس کا منہ کالا کرے''۔45

''وہ خود گمراہ ہے اوروں کو گمراہ کرنے والا کذّاب ہے۔ دنیا میں فساد ڈالنے والا۔ اس کے چھپے مرتد ہونے اور کُفر میں کوئی گفتگو نہیں۔ خدا اس کو ہلاک کرے''۔46

''وہ بے شک دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور ملحد وزندیق ہے۔ نَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِهٖ''۔47

''مرزا قادیانی پابندی اسلام خصوصاً مذہب اہلِ سُنت سے خارج ہے..... اس کا دعویٰ نبوت اور اشاعت اکاذیب اور اس ملحدانہ طریق کی نظر سے اس کو ان تیس دجّالوں میں سے جن کی خبر حدیث میں وارد ہے ایک دجّال کہہ سکتے ہیں اور اس کے پیروان اور ہم مشربوں کو ذرّیاتِ دجّال''۔48

''غلام احمد قادیانی کج رَو وپلید جس کا عقیدہ فاسد ہے اور رائے کھوٹی گمراہ ہے لوگوں کو گمراہ کرنے والا چھپا مرتد ہے بلکہ وہ اپنے شیطان سے زیادہ گمراہ ہے جو اس سے کھیل رہا ہے''۔49

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے آپ کے متعلق لکھا:-

''اسلام کا چھپا دُشمن، مسیلمہ ثانی، دجّال زمانی، نجومی، رملی، جوتشی، اٹکل باز، جفری، بھنگڑ، ارڑپوپو، مکّار، جھوٹا، فریبی، ملعون، شوخ، گستاخ، مثیل الدجّال، اعورالدجّال، غدار، کاذب، کذّاب ذلیل وخوار، مردود، بے ایمان، روسیاہ، رہبر ملاحدہ، عبدالدراہم والدینار،

تمغات لعنت کا مستحق، مورد ہزار لعنت، ظلام، افّاک، مفتری علی اللہ، بے حیا، دھوکا باز، حیلہ باز، بھنگیوں اور بازاری شُہدوں کا سرگروہ، دہریہ، جہان کے احمقوں سے زیادہ احمق، جس کا خدا شیطان، یہودی، ڈاکو، خونریز، بے شرم، مکّار، طرار ، جس کی جماعت بدمعاش، بدکردار، زانی، شرابی، حرام خور، اس کے پیرو خرانِ بے تمیز''۔[50]

مولوی عبدالحق صاحب غزنوی عم بزرگوار مولانا داؤد غزنوی نے اشتہار ضَرْبُ النِّعَالِ عَلٰی وَجْہِ الدَّجَال میں جو 1896ء میں شائع ہوا آپ کے متعلق لکھا:-

''دجّال، ملحد، کافر، روسیاہ، بدکار، شیطان، لعنتی، بے ایمان، ذلیل وخوار، خستہ، خراب، کاذب، شقی سرمدی، لعنت کا طوق اس کے گلے کا ہار ہے لعن طعن کا جوت اس کے سر پر پڑا، اللہ کی لعنت ہو، اس کی سب باتیں بکواس ہیں''۔

بارہ سال تک برابر ان فتوؤں کو سُننے کے بعد اگر بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے یہ فتوے دیئے تھے یا ان لوگوں کے خلاف جو ان فتوؤں سے متفق تھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق کہ اِذَااَکْفَرَالرَّجُلُ أَخَاہُ فَقَدْ بَاءَ بِھَا اَحَدُ ھُمَا[51] یعنی اگر کوئی اپنے بھائی کو کافر کہے تو دونوں فریق میں سے ایک ضرور کافر ہو گا۔ کوئی فتویٰ دیا تو کیا غضب کیا اور کس طرح اس فتویٰ کی وجہ سے آپ اُمّتِ محمدیہ سے الگ ہو گئے۔ مولانا مودودی اور ان کے ہمنوا بزرگ تو بارہ سال تک مرزا صاحب پر فتویٰ لگانے کے بعد اُمّتِ محمدیہ میں افتراق پیدا کرنے والے نہ بنے لیکن بارہ سال کے بعد مرزا صاحب ان فتوؤں کا جواب دینے کی وجہ سے اشتقاق اور افتراق پیدا کرنے کا موجب بن گئے۔ کیوں؟ کیا اس لئے کہ مرزا صاحب کی حمایت تھوڑی تھی اور ان علماء کی باتوں کی تصدیق کرنے والے بہت تھے۔

پھر ہم پوچھتے ہیں مودودی صاحب کو جانے دیجئے باقی علماء اسلام نے ایک دوسرے کے متعلق کیا کہا ہے۔ مودودی صاحب نے اپنی جماعت کے سوا

جو باقی سب کو کافر کہا ہے اس کا حوالہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اب سُنیے باقی لوگ مودودی صاحب کی جماعت کے متعلق کیا کہتے ہیں۔

جماعت اسلامی کے کُفر کے متعلق دوسرے علماء کا فتویٰ

مولانا اعزاز علی صاحب امروہی جماعتِ اسلامی کے متعلق لکھتے ہیں:-

''میرے نزدیک یہ جماعت اپنے اسلاف (یعنی مرزائی) سے بھی مسلمانوں کے دین کے لئے زیادہ ضرر رساں ہے''۔ 52

(سنا آپ نے۔ آپ کے ایک ہم مشرب احمدیوں کو آپ کا بزرگ قرار دیتے ہیں)

مولانا فخر الحسن صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند نے بھی اس فتویٰ کی تائید کی ہے۔

سیّد سیدی حسن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:-

''مسلمانوں کو اس تحریک میں ہرگز شریک نہیں ہونا چاہئے ان کے لئے زہر قاتل ہے۔ لوگوں کو اس میں شریک ہونے سے روکنا چاہئے۔ ورنہ گمراہ ہوں گے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ شرعاً اس تحریک میں حصّہ لینا ہرگز جائز نہیں''۔ 53

مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:-

''مودودی صاحب اور ان کے اتباع کے اصول دینِ حنیف کی جڑوں پر کاری ضرب لگانے والے ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے دین اسلام کا مستقبل نہایت تاریک نظر آتا ہے''۔ 54

مولوی ابو المظفر صاحب اپنے ٹریکٹ مودودیت اور مرزائیت میں لکھتے ہیں:-

''بلا ریب و شک یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ مرزائیت کی طرح مودودیت بھی ایک نہایت خطرناک عظیم فتنہ ہے جس کا فرو کرنا ہر بہی خواہ اسلام کا اہم ترین فریضہ ہے''۔ 55

مولانا راغب احسن ایم۔اے لکھتے ہیں:-

''جماعت مودودیت دراصل اسلام کے نام پر ایک بالکل جدید تخلیق اور جدید مذہب کی تعمیر کر رہی ہے''۔56

مولوی حامد علی خان صاحب مفسر مدرسہ عالیہ رامپور لکھتے ہیں کہ:-

''وہ ایک بالکل نیا بدعتی فرقہ ہے اس کا اندازِ تبلیغ غلط اور گمراہ کن ہے اور تفریق بین المسلمین کا باعث ہے''۔57

پھر جماعت اسلامی پر ہی بس نہیں آپس میں بھی یہ علماء ایک دوسرے کو ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ سُنّی علماء کا فتویٰ شیعوں کے متعلق ذیل میں درج ہے:-

سُنّی علماء کا فتویٰ شیعوں کے متعلق

(1): ''شیعہ اثنا عشریہ قطعاً خارج از اسلام ہیں شیعوں کے ساتھ مناکحت قطعاً ناجائز اور ان کا ذبیحہ حرام، ان کا چندہ مسجد میں لینا ناروا ہے۔ ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں ہے''۔58

(نوٹ: اس پر علماء دیوبند کے علاوہ دیگر علماء کے اسماء گرامی بھی درج ہیں)

(2) : ''روافض صرف مرتد اور کافر اور خارج از اسلام ہی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے دُشمن بھی''۔59

(3): مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:-

''ان رافضیوں، تیرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفّار مرتدین ہیں''۔60

(4) حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی فتاویٰ عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

''فرقہ امامیہ منکر خلافت حضرت صدیق اند و در کتب فقہ مسطور است کہ ہر کہ انکار خلافت حضرت صدیق اکبر کند منکر اجماع

قطعی شدہ و کافر گشت۔ یعنی شیعہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت کے منکر ہیں اور فقہ کی کتب میں لکھا ہے کہ جو شخص حضرت صدیق کی خلافت کا انکار کرے اس نے اجماع کا انکار کیا اور کافر ہو گیا‘‘۔61

(5) فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ

’’مَنْ اَنْکَرَاِمَامَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ فَھُوَ کَافِرٌ وَ کَذَالِکَ مَنْ اَنْکَرَ خِلَافَۃَ عُمَرَ‘‘۔62

یعنی جو لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں وہ سب کافر ہیں۔

شیعہ علماء کا فتویٰ سُنّیوں کے متعلق

شیعہ صاحبان کا فتویٰ سُنّیوں کے متعلق ذیل میں درج ہے:-

(1) حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں:-

’’مَنْ عَرَفَنَا کَانَ مُؤْمِناً وَ مَنْ اَنْکَرَنَا کَانَ کَافِراً وَ مَنْ لَّمْ یَعْرِفْنَا وَ مَنْ لَّمْ یُنْکِرْ نَا کَانَ ضَالًّا‘‘۔63

یعنی جس نے ہم ائمہ کو شناخت کر لیا وہ مؤمن ہے اور جس نے ہمارا انکار کیا وہ کافر ہے اور جو ہمیں نہ مانتا ہے اور نہ انکار کرتا ہے وہ ضالّ ہے۔

(2) حدیقۂ شہداء میں یہ فتویٰ درج ہے کہ:-

’’سوائے فرقہ اثنا عشریہ امامیہ کے ناجی نیست کشتہ شود خواہ بموت بمیرد‘‘۔ یعنی سوائے شیعوں کے اور کوئی بھی ناجی نہیں خواہ وہ مارا جائے یا اپنی آپ موت مرے۔ یعنی سُنّی شہید بھی کافر ہے‘‘۔64

(3) حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ:-

’’اگر کسی شیعہ کو سُنّی کی نماز جنازہ میں شریک ہونا پڑے تو وہ یہ دُعا کرے۔ اَللّٰھُمَّ اِمْلَأْ جَوْفَہٗ نَاراً وَ قَبْرَہٗ نَاراً وَ سَلِّطْ عَلَیْہِ الْحَیَّاتِ وَ الْعَقَارِبَ۔65 یعنی اے خدا! تُو اس کے پیٹ میں آگ بھر

دے اور اس کی قبر میں بھی آگ بھر دے اور اس پر عذاب کے لئے سانپ اور بچھو مسلّط فرما۔

دیوبندی علماء کا فتویٰ بریلویوں کے متعلق

دیوبندیوں کا فتویٰ بریلویوں کے متعلق ذیل میں درج ہے:۔

''مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی مع ازناب و اتباع کے کافر اور جو انہیں کافر نہ کہے اور ان کو کافر کہنے میں کسی وجہ سے بھی شک وشُبہ کرے وہ بھی بِلاشُبہ قطعی کافر ہے''۔ 66

بریلوی علماء کا فتویٰ دیوبندیوں کے متعلق

بریلویوں کا فتویٰ دیوبندیوں کے متعلق ذیل میں درج ہے:۔

(1) ''مولوی احمد رضا خان صاحب اپنی کتاب ''حسام الحرمین'' میں لکھتے ہیں کہ:۔

''هٰؤُلَاءِ الطَّوَائِفُ كُلُّهُمْ كُفَّارٌ مُرْتَدُّوْنَ خَارِجُوْنَ عَنِ الْاِسْلَامِ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ''۔ 67

یعنی یہ سب کے سب اسلام کے اجماعی فتویٰ کی رو سے کافر، مرتد اور اسلام سے خارج ہیں۔

(2) اسی طرح تین سو علماء نے دیوبندیوں کے متعلق یہ متفقہ فتویٰ دیا کہ:۔

''وہابیہ دیوبند یہ اپنی عبارتوں میں تمام اولیاء انبیاء حتّٰی کہ حضرت سیّد الاوّلین و الآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی اور خاص ذات باری تعالیٰ جَلّ شانُہٗ کی اہانت وہتک کی وجہ سے قطعاً مرتد و کافر ہیں اور ان کا ارتداد و کُفر سخت سخت اشد درجہ تک پہنچ چُکا ہے۔ ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کُفر میں ذرا بھی شک کرے

وہ بھی انہیں جیسا مرتد اور کافر ہے اور اس شک کرنے والے کے کُفر میں شک کرے وہ بھی مرتد و کافر ہے''۔ 68

مقلّد علماء کا فتویٰ اہلحدیث کے متعلق

(1) مقلّدین کا فتویٰ اہلِ حدیث کے متعلق ذیل میں درج ہے:-

''مرتد ہیں باجماع امّت اسلام سے خارج ہیں جو ان کے اقوال کا معتقد ہو گا کافر اور گمراہ ہو گا۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے اور تمام معاملات میں ان کا حکم بِجِنْسِہٖ وہی ہے جو مرتد کا ہے''۔ 69

(نوٹ: اس فتویٰ پر 77 علماء کے دستخط ہیں۔)

(2) ''فرقہ غیر مقلدین جن کی علامت ظاہری اس ملک میں آمین بالجہر اور رفع یدین اور نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہے اہل سُنّت سے خارج ہیں اور مثل دیگر فِرَق ضالّہ رافضی خارجی وَغَیْرَ ھُمَا کے ہیں''۔ 70

(نوٹ: اس فتویٰ کے نیچے قریباً 70 علماء کی مہریں ثبت ہیں۔)

اہلحدیث علماء کا فتویٰ مقلّدین کے متعلق

اہلحدیث کا فتویٰ مقلّدین کے متعلق ذیل میں درج ہے:-

جامع الشواہد صفحہ 2 پر بحوالہ کتاب اعتصام السنہ مطبوعہ کانپور یہ فتویٰ درج ہے کہ:-

''چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور چشتیہ اور قادریہ و نقشبندیہ و مجددیہ سب لوگ مشرک اور کافر ہیں''۔ 71

مولانا مودودی صاحب ان فتوؤں کو پڑھیں اور دیکھیں کہ یہ رسم آج کی نہیں

بلکہ بہت دیر سے چلی آرہی ہے۔

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

صحابہ کے زمانہ میں خوارج نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو شخص کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے اور یہ کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا اور وہ اس فتویٰ کو اس حد تک پہنچاتے تھے کہ لوگوں سے پوچھتے تھے بولو تمہاری رائے علیؓ کی خلافت کے متعلق کیا ہے؟ اور اگر کوئی تصدیق کرتا تھا تو اسے قتل کر دیتے تھے‘‘۔[72]

کیا جماعت احمدیہ کا اسلام اَور ہے اور دوسرے مسلمانوں کا اسلام اَور؟

(5) مولانا مودودی صاحب نے آگے چل کر لکھا ہے کہ احمدی لوگ خود بیان کرتے ہیں کہ ان کا اسلام اور ہے اور دوسرے مسلمانوں کا اسلام اَور ہے۔ ان کا قرآن اَور ہے اور دوسرے مسلمانوں کا قرآن اَور ہے، ان کا خدا اَور ہے اور دوسرے مسلمانوں کا خدا اَور ہے، ان کا حج اَور ہے اور دوسرے مسلمانوں کا حج اَور ہے اور اسی طرح ہر بات میں وہ ان سے مختلف ہیں۔[73]

جہاں تک الفاظ کا تعلق ہے مولانا مودودی صاحب کا یہ دعویٰ درست ہے۔ بیشک موجودہ امام جماعت احمدیہ نے ایک دو جگہ پر یہ لکھا ہے کہ دوسرے مسلمانوں کا اسلام اَور ہے اور ہمارا اسلام اَور ہے، دوسرے مسلمانوں کا قرآن اَور ہے اور ہمارا قرآن اَور ہے، دوسرے مسلمانوں کا خدا اَور ہے اور ہمارا خدا اَور ہے لیکن معنوں کے لحاظ سے اُنہوں نے ہرگز وہ مفہوم نہیں لیا جو مولانا مودودی صاحب دُنیا پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات تو نظر نہیں آتی لیکن قرآن نظر آتا ہے۔ کیا دُنیا کا کوئی شخص ہے جو خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکے کہ احمدی مروّجہ قرآن کے سوا کوئی اور قرآن پڑھتے ہیں یا مسلمانوں میں جو اس وقت قرآن محفوظ سمجھا جاتا ہے اس میں وہ ایک زیر یا زبر کی تبدیلی بھی جائز سمجھتے ہیں؟ یا کوئی شخص قسم کھا کر کہہ سکتا ہے کہ احمدی خانہ کعبہ کے حج

کے لئے نہیں جاتے بلکہ ہر دوار یا کسی اور جگہ پر حج کے لئے جاتے ہیں۔ کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ احمدی کلمۂ اسلامی نہیں پڑھتے بلکہ کوئی اَور کلمہ پڑھتے ہیں۔ اگر احمدی بھی وہی کلمہ پڑھتے ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے، وہی قرآن پڑھتے ہیں جو حنفیوں اور اہلحدیثوں کے مطبعوں میں چھپا ہوتا ہے، اسی خانۂ کعبہ کا حج کرتے ہیں جو مکہ مکرمہ میں ہے اور نجدی حکومت کے ماتحت ہے تو کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس جگہ پر تمثیلی زبان میں کلام کیا گیا ہے نہ کہ زبان کے اصلی مفہوم کے مطابق۔ اگر تو احمدیوں کے پاس واقعی کوئی اور قرآن ہوتا، اگر احمدی واقع میں مکّہ مکرمہ میں حج کے لئے نہ جاتے (جماعت احمدیہ کے خلیفہ اوّل بھی مکّہ مکرمہ میں حج کر کے آئے تھے اور خلیفۂ ثانی بھی مکّہ مکرمہ میں حج کر کے آئے ہیں) تب تو مودودی صاحب کو اس عبارت سے استدلال کرنے اور جوش دلانے کا کوئی موقع تھا لیکن جب واقعہ یہ نہیں تو صاف ظاہر ہے کہ ’’اسلام اَور ہے‘‘ سے صرف اتنا ہی مُراد ہے کہ دوسرے لوگ اسلام کی پوری پابندی نہیں کرتے اور ’’قرآن اَور ہے‘‘ سے صرف یہ مراد ہے کہ دوسرے لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے اور ’’خدا اَور ہے‘‘ سے صرف یہ مراد ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی صفات پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور ’’حج اَور‘‘ سے صرف یہ مراد ہے کہ حج کی شرائط کو وہ پورا نہیں کرتے اور کیا یہ واقعہ نہیں۔ یہ واقعہ نہیں تو اس شخص کے متعلق کیا فتویٰ ہے جس نے یہ لکھا کہ:-

> ’’مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ مسلمان اور کافر میں علم اور عمل کے سوا کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کا علم اور عمل ویسا ہی ہے جیسا کافر کا ہے اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے تو بالکل جھوٹ کہتا ہے۔ کافر قرآن کو نہیں پڑھتا اور نہیں جانتا کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ یہی حال اگر مسلمان کا بھی ہو تو وہ مسلمان کیوں کہلائے۔ کافر نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تعلیم ہے اور آپؐ نے خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ کیا بتایا ہے۔ اگر مسلمان بھی اسی طرح

ناواقف ہو تو وہ مسلمان کیسے ہؤا؟'' 74

مولانا غور کریں کہ کیا اس جگہ انہوں نے اپنا اسلام اور دوسرے لوگوں کا اسلام اور نہیں قرار دیا؟

اسی طرح مولانا مودودی کیا کہتے ہیں اس شخص کے متعلق جس نے یہ تحریر کیا ہے کہ:-

''اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام سے کام کر رہی ہیں۔ اگر فی الواقع اسلام کے معیار پر ان کے نظریات، مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے تو سب کی سب جنسِ کاسد نکلیں گی خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے ہوئے سیاسی لیڈر ہوں یا علماء دین و مفتیان شرع متین''۔ 75

مولانا مودودی صاحب بتائیں کہ اس عبارت کا لکھنے والا شخص'' علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین'' تک کے اسلام کو اَور اور اپنے اسلام کو اَور قرار دے رہا ہے یا نہیں؟ اور کیا وہ شخص بھی اسی سلوک کا مستحق ہے جس سلوک کا مطالبہ مولانا مودودی صاحب احمدیوں کے متعلق کر رہے ہیں؟

(6) پھر مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ اس اختلاف کو احمدیوں نے اَور زیادہ کھینچا اور کہا کہ:-

(6-الف) غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں۔

(6-ب) ان کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔

(6-ج) ان کو لڑکی دینا جائز نہیں۔

(7) اور یہ قطع تعلق صرف تحریر و تقریر تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ عملاً بھی احمدی مسلمانوں سے کٹ گئے ہیں۔ نہ نماز میں شریک نہ جنازہ میں شریک نہ شادی بیاہ میں شریک۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ان کو زبردستی مسلمانوں کے ساتھ ایک اُمّت میں شامل کیا جائے۔ 76

غیر احمدی علماء کے فتوے کہ احمدیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں

(6-الف) یہ درست ہے کہ احمدیوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں لیکن احمدیوں نے یہ فتویٰ 1900ء میں دیا ہے۔[77]

اس سے پہلے غیر احمدیوں نے 1892ء میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں۔ مولانا مودودی صاحب فرمائیں افتراق کس نے پیدا کیا؟ اس نے جس نے 1892ء میں احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے لوگوں کو روک دیا تھا یا اُس نے جس نے آٹھ سال صبر کرنے کے بعد یہ اعلان کیا کہ بہت اچھا، غیر احمدی علماء نے جو فتویٰ دیا ہے اُس کو مان لو اور اب ان کے پیچھے نماز نہ پڑھو کیونکہ ان کے نزدیک تمہارے مسجدوں میں جانے سے ان کی مساجد ناپاک ہو جاتی ہیں۔ غیر احمدی علماء نے اس بارہ میں جو فتوے دیئے ہیں ان میں سے صرف چند فتوے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

(1) مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے بانیٔ سلسلہ اور ان کے اَتباع کے متعلق لکھا ہے:-

> ''نہ اس کو ابتداءً سلام کریں اور نہ اس کو دعوتِ مسنون میں بلائیں اور نہ اس کی دعوت قبول کریں اور نہ اس کے پیچھے اقتداء کریں''۔[78]

(2) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے فتویٰ دیا:-

> ''قادیانی کے مرید رہنا اور مسلمانوں کا امام بننا دونوں باہم ضدیں ہیں یہ جمع نہیں ہو سکتیں''۔[79]

(3) مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے فتویٰ دیا:-

> ''جس کے یہ عقائد ہیں اس کو اور اس کے اتباع کو امام بنانا حرام ہے''۔[80]

(4) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے فتویٰ دیا:-

”مرزا قادیانی جو کچھ کرتا ہے سب دُنیا سازی کے لئے کرتا ہے۔ پس اس کے خلف نماز جائز نہیں“۔ 81

(5) مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی لاہور نے فتویٰ دیا کہ:-

”اس کے اور اس کے مریدوں کے پیچھے اقتداء ہرگز درست نہیں ہے“۔ 82

(6) مولوی عبدالرحمن صاحب بہاری نے فتویٰ دیا:-

”مرزا قادیانی کافر مرتد ہے۔ اس کے اور اس کے متبعین کے پیچھے نماز محض باطل و مردود ہے۔ فرض سر پر ویسا ہی رہے گا اور سخت گناہِ عظیم اس کے علاوہ۔ ان کی امامت ایسی ہے جیسے کسی یہودی کی امامت“۔ 83

(7) خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے فتویٰ دیا:-

”وہ کتاب اللہ کا مکذّب دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کی اور اس کے اتباع کی امامت اور بیعت و محبت ناجائز اور حرام ہے“۔ 84

(8) محمد کفایت اللہ صاحب شاہجہانپوری نے فتویٰ دیا:-

”ان کے کافر ہونے میں شک و شُبہ نہیں اور ان کی بیعت حرام ہے اور امامت ہرگز جائز نہیں“۔ 85

(9) محمد حفیظ اللہ صاحب مدرس مدرسہ دارالعلوم لکھنؤ نے فتویٰ دیا:-

”بیعت اور امامت ایسے شخص کی درست نہیں“۔ 86

(10) محمد امانت اللہ صاحب علی گڑھی نے فتویٰ دیا:-

”ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھیں“۔ 87

(11) عبدالجبار صاحب عمرپوری نے فتویٰ دیا:-

”مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے اس کی اتباع کرنے والا بھی اسلام سے خارج۔ ہرگز امامت کے لائق نہیں“۔ 88

(12) مشتاق احمد صاحب دہلوی نے فتویٰ دیا:-

''مرزا اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو اچھا جاننے والا جماعتِ اسلام سے جُدا ہے اور اس کو امام بنانا ناجائز ہے''۔ 89

(13) محمد علی صاحب واعظ نے فتویٰ دیا:-

''جو مرزا کے مرید ہیں سب قرآن و حدیث کے مخالف ہیں ایسے خبیث کی امامت جائز نہیں''۔ 90

(14) مولوی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی نے فتویٰ دیا:-

''جس شخص کا عقیدہ قادیانی ہے اس کو امام بنانا حرام ہے''۔ 91

(15) اسلام الدین صاحب امر تسری نے فتویٰ دیا:-

''ایسے شخص کے خلف اقتداء درست نہیں''۔ 92

(16) مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے حسام الحرمین میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر ایمان لانے والے کو کافر اور مرتد قرار دے کر لکھا کہ:-

''اس کے پیچھے نماز پڑھنی اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنی اور اس کے ساتھ شادی بیاہ کرنے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے اور اس کے پاس بیٹھنے اور اس سے بات چیت کرنے اور تمام معاملات میں اس کا حکم بعینہٖ وہی ہے جو مرتدوں کا حکم ہے''۔ 93

ان فتوؤں کی دس سالہ اشاعت کے بعد علماء کے اس فتویٰ کی کہ احمدیوں کو امام نہیں بنانا چاہئے اگر بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے تصدیق کر دی تو ان پر کیا الزام؟ کیا ان کے کُفر اور فتنہ پردازی کی وجہ یہ تھی کہ اُنہوں نے علماء اسلام کا فتویٰ کیوں تسلیم کر لیا؟☆

☆ ''فتویٰ شریعت غرّا'' اور ''شرعی فیصلہ'' یہ دو ٹریکٹ ہیں جن میں غیر احمدی علماء کے جماعت احمدیہ کے متعلق فتاویٰ درج ہیں مگر کسی فتویٰ پر تاریخ درج نہیں۔

غیر احمدی علماء کے فتوے کہ احمدیوں کے جنازے جائز نہیں

(6-ب) اب رہا یہ سوال کہ احمدیوں نے ان کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں سمجھا۔ سو یہ فتویٰ بھی پہلے غیر احمدی علماء نے دیا تھا کہ احمدیوں کا جنازہ پڑھنا ناجائز ہے بلکہ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے کی اجازت دینا بھی ناجائز ہے۔ جب دس سال تک متواتر منت سماجت کرنے کے بعد بھی باصطلاح مودودی صاحب ''علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین'' نے اپنے ان فتوؤں میں اصلاح نہ کی تو مجبوراً احمدیوں کو بھی یہ اعلان کرنا پڑا کہ احمدی جماعت کے لوگ ایسے شدید معاندین اور مخالفین کا جنازہ نہ پڑھیں جو جماعت احمدیہ اور اس کے بانی کو کافر کہتے ہیں، ملحد کہتے ہیں، دجّال کہتے ہیں اور جو اپنے مقبروں میں ان کے دفن ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ مولانا فرمائیں افتراق کا دروازہ ان کے اسلاف ''مفتیانِ دین اور علماء شرعِ متین'' نے کھولا یا احمدیوں نے کھولا۔ کیا 1892ء میں ایسا فتویٰ دینے والوں نے اختلاف اور افتراق پیدا کیا یا 1902ء میں مجبور ہو کر ان کا جواب دینے والے نے اختلاف اور افتراق کا دروازہ کھولا؟ اگر مولانا کو اپنے ''علماء دین اور مفتیانِ شرع متین'' کے فتوے دیکھنے کا موقع نہ مِلا ہو تو وہ ذیل کے فتوؤں کو مدِّنظر رکھ لیں:-

(1) مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے فتویٰ دیا:-

> ''مسلمانوں کو چاہئے ایسے دجّال، کذّاب سے احتراز اختیار کریں.....نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں''۔ **94**

(2) مولوی عبد الصمد صاحب غزنوی نے فتویٰ دیا:-

> ''یہ شخص اسی اعتقاد پر مَر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے''۔ **95**

(3) قاضی عبید اللہ بن صبغۃ اللہ صاحب مدراسی نے فتویٰ دیا:-

> ''جس نے اس کی تابعداری کی وہ بھی کافر و مرتد ہے.....اور مرتد بغیر توبہ کے مَر گیا تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھنا''۔ **96**

(4) مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی لاہور نے فتویٰ دیا کہ:۔

’’جس نے دیدہ دانستہ مرزائی کے جنازہ کی نماز پڑھی ہے اس کو اعلانیہ توبہ کرنی چاہئے اور مناسب ہے کہ وہ اپنا تجدید نکاح کرے اور حسب طاقت کھانا کھلائے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو اہلِ سُنّت والجماعت کو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ ایسے منافق کے پیچھے نماز درست نہیں ہوتی‘‘۔ 97

اس فتویٰ پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی بھی مہر تصدیق ثبت ہے اور یہی فتویٰ ’’اَلْاَعْلَام مِنَ الْعُلَمَاءِ الرَّبَّانِيِّيْنَ فِيْ عَدْمِ جَوَازِ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ الْقَادِيَانِيِّيْنَ‘‘ شائع کردہ مولوی محمد شمس الدین صاحب جالندھری کے صفحہ 4 پر بھی درج کیا گیا ہے۔

(5) مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بھی حسام الحرمین صفحہ 95 پر احمدیوں کے جنازہ کی نماز پڑھنی ممنوع قرار دی ہے۔

پھر یہیں تک بس نہیں انہوں نے یہ فتویٰ بھی دیا کہ ان لوگوں کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ ہونے دیا جائے چنانچہ

(1) مولوی عبد الصمد صاحب غزنوی نے لکھا:۔

’’یہ شخص اسی اعتقاد پر مَر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ یہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے تاکہ وہ اہل قبور اِس سے ایذاء نہ پائیں‘‘۔ 98

(2) قاضی عبید اللہ بن صبغۃ اللہ صاحب مدراسی نے ۱۸۹۳ء میں فتویٰ دیا کہ جب کوئی احمدی مَر جائے تو:۔

’’اس کو مقابر اہلِ اسلام میں دفن نہیں کرنا بلکہ بغیر غسل و کفن کے کتّے کی مانند گڑھے میں ڈال دینا۔ اشباہ و النظائر میں ہے وَاِذَا مَاتَ اَوْ قُتِلَ عَلٰى رَدَّتِهٖ لَمْ يُدْفَنْ فِيْ مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا اَهْلِ مِلَّتِهٖ فَاِنَّمَا يُلْقٰى فِيْ حُفْرَةٍ كَالْكَلْبِ اور بحر الرائق میں ہے۔

اَمَّاالْمُرْ تَدُّفَلَا یُغْسَلُ وَلَا یُکَفَّنُ وَاِنَّمَایُلْقٰی فِیْ حُفْرَۃٍ کَالْکَلْبِ''۔99

(3) مجموعہ کفریات مرزا غلام احمد قادیانی مؤلفہ سیّد محمد غلام صاحب احمد پور شرقیہ مطبوعہ مطبع صادق الانوار بہاولپور میں لکھا ہے:-

''ایسے شخص کو بعد موت کے غسل دینا یا اس کا جنازہ پڑھنا اور کفن دینا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں بلکہ ایک کپڑے کے پارچہ میں لپیٹ کر کسی اور جگہ گڑھے میں گاڑ دینا چاہئے''۔100

(4) فتویٰ درباب تکفیر مرزا غلام احمد قادیانی شائع کردہ مولوی محمد ریاست علی صاحب شاہجہانپوری میں بھی یہی فتویٰ درج کیا گیا ہے اور لکھا گیا ہے کہ:-

''یہ جو مَر جائیں تو ان کو مسلمان لوگ اپنے قبرستان میں نہ دفن ہونے دیں''☆۔101

غیر از جماعت افراد کے جنازوں کے متعلق بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا فتویٰ

اب اس کے جواب میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا بھی فتویٰ پڑھ لیں۔ ایک احمدی دوست چودھری مولا بخش صاحب سیالکوٹ کے استفسار کے جواب میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فروری 1902ء میں تحریر فرمایا کہ:-

''جو شخص صریح گالیاں دینے والا، کافر کہنے والا اور سخت مکذّب ہے اس کا جنازہ تو کسی طرح درست نہیں مگر جس شخص کا حال مشتبہ ہے۔ گویا منافقوں کے رنگ میں ہے اس کے لئے کچھ بظاہر حرج نہیں کیونکہ جنازہ صرف دُعا ہے اور انقطاع بہر حال بہتر ہے''۔

اِس حوالہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ہرگز جنازہ کے روکنے میں پہل نہیں کی بلکہ مولانا مودودی صاحب کے بزرگوں اور بزرگوں کے

☆ فتویٰ نمبر 3 اور 4 پر کوئی تاریخ درج نہیں اور نہ ٹریکٹوں پر سن اشاعت درج ہے

اسلاف نے یہ فتویٰ دیا کہ احمدیوں کی نماز جنازہ جائز نہیں بلکہ انہیں اپنے مقبروں میں دفن ہونے کی اجازت دینا بھی ناجائز ہے۔ تب بانیٔ سلسلہ احمدیہ مجبور ہو گئے کہ فتنے سے بچنے کے لئے ایسے جنازوں میں شرکت سے اپنی جماعت کو روک دیں۔

اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ جماعت احمدیہ نے کچھ عرصہ سے یہ طریق اختیار کیا ہؤا ہے کہ وہ کسی غیر احمدی کا بھی جنازہ نہیں پڑھتے لیکن اب بھی ان کا یہ مذہب نہیں ہے کہ غیر احمدیوں کے ساتھ دفن ہونے سے ان کے مُردے خراب ہو جاتے ہیں یا اگر کوئی غیر احمدی مُردہ ان کے عام قبرستان میں دفن ہو جائے تو اس کی لاش کو نکال کر باہر پھینک دینا چاہیئے۔ قادیان میں بھی غیر احمدی مُردے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے باپ دادا کے دیئے ہوئے قبرستان میں دفن ہوتے تھے اور ربوہ میں بھی احمدیوں نے غیر احمدیوں کے قبرستان کے لئے کچھ جگہ دی ہے۔ حالانکہ یہاں کوئی آبادی غیر احمدیوں کی نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ربوہ کی زمین میں پرانے زمانہ سے ارد گرد کے گاؤں کے کچھ لوگ اپنے مُردوں کو لاکر دفن کر دیتے تھے۔ یہ زمین چونکہ کم ہو گئی جماعت احمدیہ نے ان لوگوں کی خاطر دو کنال زمین اپنا مقبرہ وسیع کرنے کے لئے دے دی۔ اسی کے ساتھ ملحق احمدیوں کا اپنا مقبرہ بھی ہے۔ مولانا مودودی صاحب بتائیں کہ فساد کس نے کیا؟ جنہوں نے ساتھ دفن ہونے سے بھی انکار کیا یا جنہوں نے دفن ہونے کے لئے اپنی زمینیں دیں اور جو عملاً ان کے ساتھ پُرانے مقبروں میں دفن ہو رہے ہیں اور وہیں دفن ہونا چاہتے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مذکورہ بالا فتویٰ حال ہی میں مِلا ہے اور امام جماعت احمدیہ نے اس کے بارہ میں علم حاصل کر کے آج سے سالہا سال پہلے یہ اعلان کر دیا تھا کہ اگر اس فتویٰ کی مصدقہ تحریر مِل گئی تو پھر احمدیہ جماعت کے موجودہ طریق عمل پر دوبارہ غور کیا جائے گا۔ چنانچہ اب جبکہ وہ تحریر مِل گئی ہے احمدی جماعت کے علماء بیٹھیں گے اور جہاں تک قیاس کیا جاتا ہے اس بارہ میں جو پہلا طریق عمل ہے اس میں ایک حد تک تبدیلی کی جائے گی۔

مولانا مودودی صاحب کے بزرگوں اور چودھویں صدی کے

غیر احمدیوں کا احمدیوں کی لاشوں اور ان کی دفن کی ہوئی میّتوں سے شرمناک سلوک

''علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین'' نے تو یہاں تک بھی عمل کیا ہے کہ عملاً اُنہوں نے احمدیوں کی لاشوں کو اپنے قبرستانوں میں دفن نہیں ہونے دیا بلکہ احمدیوں کی دفن کی ہوئی لاشوں کو نکال کر باہر پھینک دیا۔ اس دعویٰ کی تائید میں مندرجہ ذیل واقعات پیش کئے جاتے ہیں:-

(1) 20 اگست 1915ء کو کنانور (مالابار) کے ایک احمدی کے۔ ایس۔ حسن کا چھوٹا بچہ فوت ہو گیا۔ ریاست کے راجہ صاحب نے حکم دے دیا کہ چونکہ قاضی صاحب نے احمدیوں کے متعلق کُفر کا فتویٰ دے دیا ہے اس لئے ان کی نعش مسلمانوں کے کسی قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ وہ بچہ اس دن دفن نہ ہؤا۔ دوسرے دن شام کے قریب مسلمانوں کے قبرستان سے دو میل دور اس کی نعش کو دفن کیا گیا۔[102]

(2) دسمبر 1918ء میں کٹک (صوبہ بہار) کے ایک احمدی دوست کی اہلیہ فوت ہو گئیں اُنہوں نے اسے قبرستان میں دفن کر دیا۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہؤا کہ ایک احمدی خاتون کی لاش ان کے قبرستان میں دفن کی گئی ہے تو اُنہوں نے قبر اُکھیڑ کر اس لاش کو نکالا اور اس احمدی دوست کے دروازہ پر جا کر پھینک دیا۔[103]

یہ تو ایک مخالف اخبار ''اہلحدیث'' کی خبر ہے۔ ہماری اطلاعات یہ تھیں کہ لاش کو غیر احمدیوں نے قبر سے نکال کر کتّوں کے آگے ڈال دیا اور احمدیوں کے دروازوں کے سامنے کھڑے ہو گئے کہ کوئی نکلے تو سہی کس طرح نکلتا ہے اور لاش کو دفن کرتا ہے۔ قریب تھا کہ کُتّے لاش کو پھاڑ ڈالیں کہ پولیس کو کسی بھلے مانس نے اطلاع دی اور پولیس نے آ کر لاش دفن کروائی۔ مقدمہ ہؤا تو کسی شخص نے گواہی نہ دی اور صاف کہہ دیا کہ ہم موجود نہ تھے۔[104]

کٹک میں اس سے پہلے بھی احمدیوں کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک ہوتا رہا ہے

اس کے لئے اخبار اہلحدیث کی ہی ایک گواہی پیش کی جاتی ہے۔ یکم فروری 1918ء کے اخبار اہلحدیث میں ''کٹک میں قادیانیوں کی خاطر'' کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہؤا جس میں لکھا گیا کہ:-

''وہ جو کہاوت ہے کہ موئے پر سو دُرّے۔ سو وہ بھی یہاں واجب التعمیل ہو رہی ہے۔ مرزائیوں کی میّت کا پوچھئے مت۔ شہر میں اگر کسی میّت کی خبر پہنچ جاتی ہے تو تمام قبرستانوں میں پہرہ بیٹھ جاتا ہے۔ کسی کے ہاتھ میں ڈنڈا ہے، کسی کے ہاتھ میں چھڑی ہے۔ میّت کی مٹی پلید ہو رہی ہے کہ کھوجتے تابوت نہیں ملتی، بیلداروں کی طلب ہوتی ہے تو وہ ٹکاسا جواب دے دیتے ہیں، بانس اور لکڑی بالکل عنقائیت ہو جاتی ہے۔ دفن کے واسطے جگہ تلاش کرتے کرتے پھول کا زمانہ بھی گزر جاتا ہے۔ ہر صورت سے نااُمید ہو کر جب یہ ٹھان بیٹھتے ہیں کہ چلو چپکے سے مکان کے اندر قبر کھود کر گاڑ دیں تو ہاتفِ غیبی افسرانِ میونسپلٹی کو آگاہ کر دیتے ہیں اور وہ غڑپ سے آموجود ہو کر خرمنِ امید پر کڑکتی بجلی گرا دیتے ہیں''۔ **105**

مودودی صاحب اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہیں کہ اسلامی تعلیم کا کیسا شاندار نمونہ ان کے ہمنوا دکھاتے رہے ہیں۔ افسوس خود مودودی صاحب کو اس جہاد کی توفیق نہیں ملی۔

(3) اپریل 1928ء میں کٹک میں ایک چھوٹے بچے کی لاش کو مخالفین نے اُس قبرستان میں بھی دفن ہونے سے روک دیا جو گورنمنٹ سے احمدیوں نے اپنے لئے حاصل کیا ہؤا تھا اور مقامی حکام نے بھی اس میں احمدیوں کی کوئی مدد نہ کی۔ **106**

(4) 16 مارچ 1928ء کو بھدرک (اڑیسہ) میں ایک احمدی شیخ شیر محمد صاحب کی لڑکی فوت ہو گئی۔ غیر احمدیوں نے اس کی لاش قبرستان میں دفن نہ ہونے دی اور بڑے بھاری جتھہ سے مارنے پیٹنے پر آمادہ ہو گئے۔ آخر اُنہوں نے میّت کو صندوق میں بند کر کے اپنے گھر کے احاطہ کے اندر دفن کر دیا۔ **107**

(5) 29جنوری 1934ء کی شام کو کالی کٹ (مالا بار) میں ایک احمدی دوست فوت ہو گئے۔ مخالفین نے سارے شہر میں پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہونے دینا چاہئے۔ چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ فوت شدہ احمدی کے مکان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور وہاں اُنہوں نے گالیوں، دھمکیوں اور شور و شر سے ایسا طوفان برپا کیا کہ احمدیوں کے لئے مکان کے اندر باہر جانا مُشکل ہو گیا۔ رات کے آٹھ بجے کے قریب ایک شخص کو بڑی مُشکل سے قبرستان میں بھیجا گیا مگر اس نے دیکھا کہ وہاں بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگ لاٹھیاں وغیرہ لے کر جمع ہیں اور اُنہوں نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ فوت شُدہ احمدی کو کسی صورت میں بھی اس قبرستان میں دفن نہ ہونے دیں گے۔ ذمّہ دار حُکام کو توجّہ دلائی گئی مگر اُنہوں نے بھی اپنی بے بسی ظاہر کی۔ آخر دوسرے دن رات کے ساڑھے دس بجے ایک ایسی جگہ جو شہر سے بہت دُور تھی اور جو موسمِ برسات میں بالکل زیر آب رہتی تھی احمدیوں نے اپنی لاش دفن کی۔ **108**

(6) 12مارچ 1936ء کو بمبئی کے ایک احمدی دوست کا خورد سال بچہ فوت ہو گیا۔ جب اسے دفن کرنے کے لئے قبرستان لے گئے تو مخالفین نے جھگڑا شروع کر دیا اور کہا کہ ''قبرستان سُنّی مسلمانوں کا ہے قادیانیوں کا نہیں ہے۔ یہاں قادیانی دفن نہیں ہو سکتے''۔ احمدیوں نے انہیں یقین دلایا کہ ہم بھی مسلمان ہیں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں مگر اُنہوں نے پھر کہا کہ ''ہم اس لاش کو یہاں دفن ہونے نہیں دیں گے کیونکہ قادیانی کافر ہیں''۔ پولیس کے ذمّہ دار حکام نے جھگڑا بڑھتے دیکھا تو اُنہوں نے بمبئی میونسپلٹی کے توسط سے ایک الگ قطعہ زمین میں اسے دفن کرا دیا مگر میّت کو دفن کرنے کے لئے جو جگہ دی گئی وہ شہر سے بہت دور اور اچھوت اقوام کا مرگھٹ تھی۔ روزنامہ ''ہلال'' بمبئی نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ جب مسلمانوں نے یہ خبر سنی کہ احمدی میّت اس قبرستان میں دفن نہیں کی جائے گی تو

''اس اطلاع کے سنتے ہی مسلمانوں نے اسلام زندہ باد کے نعرے لگائے۔ ہر شخص مسرّت سے شادماں نظر آتا تھا''۔ **109**

مولانا مودودی صاحب کو بھی یہ واقعہ پڑھ کر اپنے ساتھیوں سمیت اسلام زندہ باد کا نعرہ لگانا چاہئے۔

اِسی طرح اس نے لکھا کہ:-

''ہم مسلمان ہیں اسلام کی عظمت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر مِٹ جانا ہمارا فرض ہے۔ ہم صاف الفاظ میں کہہ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جب تک ہم زندہ ہیں اس وقت تک کوئی طاقت مسلمانوں کے قبرستان میں قادیانی میّت کو دفن نہیں کر سکتی''☆ ۔ 110

(7) 29/اپریل 1939ء کو بٹالہ میں ایک احمدی لڑکی وفات پاگئی اس پر احرار نے ایک بہت بڑے مجمع کے ساتھ اس کی نعش کو اس خاندانی قبرستان میں بھی دفن کرنے سے انکار کر دیا جہاں کئی احمدی مدفون تھے اور چند احمدیوں کو ساری رات محاصرہ میں رکھا۔ حکام کو توجّہ دلائی گئی مگر اُنہوں نے کوئی کارروائی نہ کی۔ آخر نعش کو ایک اور قبرستان میں جو میونسپل کمیٹی کا تھا لے گئے مگر وہاں بھی ہزاروں لوگ جمع ہو کر مزاحم ہوئے۔ آخر متواتر چوبیس گھنٹہ کی جدوجہد کے بعد ایک بیرونی نشیب جگہ میں اس نعش کو دفن کیا گیا۔ 111

(8) 1942ء میں شیموگہ (ریاست میسور) میں ایک احمدی عبدالرزاق صاحب کی اہلیہ فوت ہو گئیں اور مسلمانوں نے میّت کو قبرستان میں دفن کرنے سے روک دیا۔ چنانچہ تین دن تک میّت پڑی رہی آخر حکومت کی طرف سے ایک علیحدہ جگہ میں لاش کو دفن کرنے کا انتظام کیا گیا۔ 112

(9) اگست 1943ء میں ڈلہوزی میں ایک احمدی دوست خان صاحب عبدالمجید صاحب کی لڑکی کی وفات ہوگئی اس موقع پر بھی غیر احمدیوں نے اسے اپنے مقبرہ میں دفن کرنے سے روکا اور مقابلہ کیا۔ 113

☆ یہ واقعہ الفضل جلد 23 نمبر 220 و نمبر 221 مورخہ 24، 25 مارچ 1936ء صفحہ 3 و صفحہ 1 نیز الفضل 10/اپریل 1936ء صفحہ 3 سے ماخوذ ہے۔

(10) صوفی محمد رفیع صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس سندھ کی بہو 20جولائی 1944ء کو جلال پور جٹاں ضلع گجرات میں وفات پاگئی۔ مخالفین نے اس کی تدفین میں مزاحمت شروع کر دی۔ 43 گھنٹوں کی مزاحمت کے بعد پولیس نے اپنی حفاظت میں نعش کو قبرستان میں دفن کروایا مگر چند دنوں کے بعد 3،4اگست کی درمیانی رات مسلمانوں نے قبر کو اُکھاڑ ڈالا۔ نعش جس صندوق میں بند تھی اس کے اوپر کے تختوں کو توڑ ڈالا اور تابوت میں خشک ٹہنیاں اور کھجور کی ایک بوسیدہ چٹائی ڈال کر آگ لگا دی جس کے نتیجہ میں کفن اور میّت کے بعض اعضاء جل گئے۔ صبح کو جب مرحومہ کے شوہر کو اس بات کا علم ہوا تو پھر پولیس کو اطلاع دی گئی اور 5اگست کو میّت دوبارہ دفن کی گئی۔ **114**

(11) 1946ء میں جماعت احمدیہ کے ایک معزز فرد مکرم قاسم علی خان صاحب قادیانی اپنے وطن رام پور میں وفات پاگئے۔ ان کے اعزّہ نے انہیں قبرستان میں دفن کر دیا مگر غیر احمدیوں نے ان کی نعش قبر سے نکال کر باہر پھینک دی اور کفن اُتار کر جسم کو عریاں کر دیا۔ پھر پولیس نے انہیں دوسری جگہ دفن کرنے کا انتظام کیا تو وہاں بھی یہی سلوک کیا گیا۔ اس واقعہ کے متعلق اخبار ''زمیندار'' میں جو حلفیہ رپورٹ شائع ہوئی وہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

محمد مظہر علی خان صاحب رامپوری اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

> ''میرے مکان کے پیچھے جو کہ شاہ آباد گیٹ میں واقع ہے محلہ کا قبرستان تھا۔ صبح کو مجھے اطلاع ملی کہ قبرستان میں لاتعداد مخلوق جمع ہے اور قاسم علی کی لاش جو اس کے اعزّہ رات کے وقت چپکے سے مسلمانوں کے اس قبرستان میں دفن کر گئے تھے لوگوں نے باہر نکال پھینکی ہے۔ مَیں فوراً اس ہجوم میں جا داخل ہوا اور بخدا جو کچھ مَیں نے دیکھا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ لاش اوندھی پڑی تھی، منہ کعبہ سے پھر کر مشرق کی طرف ہو گیا تھا، کفن اُتار پھینکنے کے باعث متوفی کے جسم کا

ہر عضو عریاں تھا اور لوگ شور مچا رہے تھے کہ اس نجس لاش کو ہمارے قبرستان سے باہر پھینک دو۔ جائے وقوعہ پر مرحوم کے پسماندگان میں سے کوئی بھی پرسانِ حال نہ تھا۔ لفٹیننٹ کرنل محمد ضمیر کی خوشامدانہ التجا پر نواب صاحب نے فوج اور پولیس کو صورتِ حال پر قابو پانے کے لئے موقع پر بھیجا۔ کوتوال شہر خان عبدالرحمن خان اور سپرنٹنڈنٹ پولیس خان بہادر اکرام حسین نے لوگوں کو ڈرا دھمکا کر لاش دوبارہ دفن کرانے پر مجبور کیا لیکن اس جابرانہ حکم کی خبر شہر کے ہر کونہ میں بجلی کی طرح پہنچ گئی اور غازیانِ اسلام مسلح ہو کر مذہب و دین کی حفاظت کے لئے جائے وقوعہ پر آ گئے۔ حکومت چونکہ ایک مقتدر آدمی کی ذاتی عزت کی حفاظت کے لئے عوام کا قتل وغارت گوارا نہیں کر سکتی تھی اس لئے پولیس نے لاش کو کفن میں لپیٹ کر خفیہ طور پر شہر سے باہر بھنگیوں کے قبرستان میں دفنا دیا۔ چونکہ مسلمان بہت مشتعل اور مضطرب تھے اس لئے اُنہوں نے بھنگیوں کو اس بات کی اطلاع کر دی اور بھنگیوں نے بھی اس متعفن لاش کا وہی حشر کیا جو پہلے ہو چُکا تھا۔ پولیس نے یہاں بھی دست درازی کرنی چاہی لیکن بھنگیوں نے شہر بھر میں ہڑتال کر دینے کی دھمکی دی۔ بالآخر سپرنٹنڈنٹ پولیس اور کوتوال شہر کی بروقت مداخلت سے لاش کو دریائے کوسی کے ویران میدان میں دفن کر دینے کی ہدایات کی گئیں۔ سپاہی جو لاش کے تعفن اور بوجھ سے پریشان ہو چکے تھے کچھ دور تک لاش کو اُٹھا کر لے جا سکے اور شام ہو جانے کے باعث اسے دریائے کوسی کے کنارے صرف ریت کے نیچے چھپا کر واپس آ گئے۔ دوسرے دن صبح کو شہر میں یہ خبر اُڑ گئی کہ قاسم علی کی لاش کو گیدڑوں نے باہر نکال کر گوشت کھالیا ہے اور ڈھانچ باہر پڑا ہے۔ یہ سُن کر شہر کے ہزاروں لوگ اس منظر کو دیکھنے کے

لئے جوق در جوق وہاں جمع ہو گئے۔ مَیں بھی موقع پر جا پہنچا لیکن میری آنکھیں اس آخری منظر کی تاب نہ لا سکیں اور مَیں ایک پھریری لے کر ایک شخص کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ قاسم علی کی لاش کھلے میدان میں ریت پر پڑی تھی۔ اسے گیدڑوں نے باہر نکال لیا تھا اور وہ جسم کا گوشت مکمل طور پر نہیں کھا سکے تھے ..... منہ اور گھٹنوں پر گوشت ہنوز موجود تھا۔ باقی جسم سفید ہڈیوں کا ڈھانچ تھا۔ آنکھوں کی بجائے دھنسے ہوئے غار اور منہ پر ڈاڑھی کے اکثر بال ایک دردناک منظر پیش کر رہے تھے۔ آخر کار پولیس نے لاش کو مزدوروں سے اُٹھوا کر دریائے کوسی کے سپرد کر دیا اور اس طرح ایک امیر جماعت مرزائیہ کا انجام ہوُا''۔ 115

احمدی ان افعال کو ناجائز سمجھتے ہیں اور کبھی بھی اس بات پر مُصر نہیں ہیں کہ کسی ایک مقبرہ میں غیر احمدیوں کے ساتھ دفن نہ ہوں یہ ''اتحاد اور اتفاق کی روح'' صرف دورِ حاضر کے غیر احمدی ''علماء دین اور مفتیانِ شرعِ متین'' میں ہی پائی جاتی ہے۔ ہمارے نزدیک عامۃ المسلمین بھی اس روح سے خدا تعالیٰ کے فضل سے بچے ہوئے ہیں اور جہاں کہیں بھی اس قسم کے مظاہرے ہوئے ہیں مسلمانوں کی اکثریت نے اپنی شرافت کا ثبوت دیا ہے اور اس قسم کے کاموں پر لعنت اور نفرین کا اظہار کیا ہے۔

غیر احمدیوں کو لڑکی دینے کی ممانعت

(6-ج) یہ کہ احمدیوں نے غیر احمدیوں کو لڑکی دینا ناجائز قرار دے دیا ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے لیکن یہ بات ضروری بھی ہے کیونکہ لڑکی اپنے خاوند کے تابع ہوتی ہے اور اکثر لوگ اپنا مذہب عورت پر زبردستی ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم نے بھی اگر بعض جگہ لڑکی دینے سے روکا ہے تو اسی حکمت سے روکا ہے۔ ورنہ یہ وجہ نہیں ہے کہ بعض عقائد میں اختلاف کی وجہ سے انسان پلید ہو جاتا ہے۔ اگر پلید اور گندگی اس کی وجہ ہوتی تو اسلام یہ کیوں اجازت دیتا کہ اہلِ کتاب کی لڑکیاں لے لینا

جائز ہے۔ اہلِ کتاب کی لڑکیاں لینے کی اجازت دینا اور لڑکیاں دینے سے روکنا صاف بتاتا ہے کہ یہاں مذہبی یا روحانی پلیدی اور گندگی باعث نہیں بلکہ صرف یہ باعث ہے کہ لڑکیاں چونکہ کمزور ہوتی ہیں ان پر ظلم نہ ہو اور یہ مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ احمدی لڑکیاں جب دوسرے گھروں میں گئی ہیں تو بعض جگہ وہ اتنے جاہل نکلے ہیں کہ اُنہوں نے لڑکیوں کو نماز اور قرآن پڑھنے سے بھی روکا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ ہم پر جادو کرتی اور ٹونے کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں لڑکی کو ان کے ساتھ بیاہ دینا اسے تباہ کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر لڑکیاں دینے کا اختلاف مذہب کے ساتھ ہی تعلق نہیں رکھتا۔ کیا خوجہ برادری کے لوگ غیروں کو اپنی لڑکیاں دے دیتے ہیں؟ کیا بوہرہ برادری کے لوگ غیروں کو اپنی لڑکیاں دے دیتے ہیں؟ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حال ہی میں کراچی کی ایک نہایت واجب التکریم خاتون نے ایک مجلس میں کہا کہ ہماری قوم میں تو اتنی سختی ہے کہ اگر ہماری قوم کا کوئی فرد اپنی لڑکی دوسری قوم کے فرد کو دے دے تو لوگ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں اور یہ کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ قومی جتھہ بندیوں میں یہ باتیں عام ہو رہی ہیں۔ اگر عورتوں کی جان بچانے کے لئے اور ان کی آزادی کو خطرے سے محفوظ رکھنے کے لئے ایسے حکم دیئے جائیں تو یہ اختلاف اور افتراق کا موجب کس طرح ہو گئے؟ اس وقت ننانوے فیصدی جاٹ اپنی لڑکی غیر قوم کو نہیں دیتا، ننانوے فیصدی ارائیں اپنی لڑکی غیر قوم کو نہیں دیتا، ننانوے فیصدی راجپوت بلکہ شاید سو فیصدی راجپوت ہی اپنی لڑکی غیر قوم کو نہیں دیتا، اسی طرح سو فیصدی خوجہ اپنی لڑکی غیر قوم کو نہیں دیتا، سو فیصدی بوہرہ اپنی لڑکی غیر قوم کو نہیں دیتا اور ننانوے فیصدی میمن اپنی لڑکی غیر قوم کو نہیں دیتا۔ تو کیا یہ سب اختلاف اور افتراق پیدا کرتے ہیں اور کیا وہ اسی فتویٰ کے مستحق ہیں جو احمدیوں پر لگائے جاتے ہیں؟

مولانا نے آگے چل کر اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ زبانی فتوے تو الگ رہے احمدیوں نے اس پر عمل بھی شروع کر دیا ہے۔ گویا ان کے نزدیک عمل کا مقام فتوے سے

اونچا ہوتا ہے لیکن جب مسلمانوں کی ہر قوم اور ہر قبیلہ عملاً ایسا کر رہا ہے تو پھر اگر احمدیوں نے ایسا کر لیا تو اس پر کیا اعتراض ہے؟

احمدیوں کو رشتے نہ دینے کا فتویٰ پہلے خود غیر احمدی علماء نے دیا

پھر کیا مولانا یہ بھول گئے ہیں کہ اس میں بھی ابتداء باصطلاح مودودی صاحب ’’علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین‘‘ نے کی ہے۔ اگر مولانا مودودی صاحب کو دوسروں کا لٹریچر پڑھنے کا موقع نہیں مِلا تو ہم ان کے علم کی زیادتی کے لئے ذیل میں چند حوالہ جات درج کرتے ہیں:-

(1) مولوی عبداللہ صاحب اور مولوی عبدالعزیز صاحب مشہور مفتیانِ لدھیانہ نے اپنے اشتہار مورخہ 29 رمضان 91-1890ء میں یہ فتویٰ شائع کیا کہ:-

> ’’یہ شخص (یعنی بانیٔ سلسلہ احمدیہ) مرتد ہے اور اہلِ اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ اسی طرح جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں اور ان کے نکاح باقی نہیں رہے جو چاہے ان کی عورتوں سے نکاح کر لے‘‘۔ 116

یعنی احمدیوں کی بیویوں کو جبراً دوسری جگہ بیاہ دینا بھی عین ثواب ہے۔

(2) قاضی عبیداللہ ابن صبغۃ اللہ صاحب نے 1893ء میں فتویٰ دیا کہ:-

> ’’جس نے اس کی تابعداری کی وہ بھی کافر و مرتد ہے اور شرعاً مرتد کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور اس کی عورت حرام ہوتی ہے اور اپنی عورت کے ساتھ جو وطی کرے گا سو وہ زنا ہے اور ایسی حالت میں جو اولاد کہ پیدا ہوتے ہیں وہ ولد الزنا ہوں گے‘‘۔ 117

(3) مجموعہ کفریات مرزا غلام احمد قادیانی میں لکھا گیا کہ:-

> ’’اگر ایسے شخص کے نکاح میں مسلمان عورت ہو تو اس کا نکاح فسخ ہے اور اُس کی اولاد ولد الزنا ہے۔ اس کی عورتِ مُسلمہ کا دوسرے شخص کے ساتھ بِلا عدّت نکاح کرنا جائز ہے‘‘۔ 118

(4) مولوی احمد اللہ صاحب امر تسری نے فتویٰ دیا کہ:-

''جو شخص ثابت ہو کہ واقعی وہ قادیانی کا مرید ہے اس سے رشتۂ مناکحت کا رکھنا ناجائز ہے''۔ **119**

اِسی قسم کے بیسیوں فتوے بعد میں استنکاف المسلمین عن مخالطۃ المرزائیین، سیف الرحمن علیٰ رأس الشیطان، القول الصحیح فی مکائد المسیح، مہر صداقت مصنفہ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب لکھنوی، فتویٰ شرعیہ شائع کردہ دفتر الاسلام لاہور، صاعقہ ربّانی بر فتنہ قادیانی مصنفہ مولوی عبد السمیع صاحب بدایونی، واقعات بھدرواشاہی جاگیر مصنفہ قاضی فضل احمد صاحب لدھیانوی اور متفقہ فتاویٰ علماء دیوبند بابت فرقۂ قادیانی وغیرہ میں بار بار شائع کئے گئے ہیں۔

انہی فتووں کا یہ نتیجہ تھا کہ جماعت احمدیہ کے افراد مسجدوں سے نکالے گئے، ان کی عورتیں چھینی گئیں اور ان کے مُردے تجہیز و تکفین اور جنازہ کے بغیر گڑھوں میں دبائے گئے۔ چنانچہ ہم اس کے ثبوت میں ایک غیر احمدی عالم مولوی عبدالواحد صاحب خانپوری کا بیان پیش کرتے ہیں جو اُنہوں نے 1901ء میں شائع کیا۔ وہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اشتہار ''اَلصُّلْحُ خَیْرٌ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''مخفی نہ رہے کہ باعث اس صلح نامہ کا یہ ہے کہ جب طائفہ مرزائیہ امر تسر میں بہت خوار و ذلیل ہوئے۔ جمعہ و جماعت سے نکالے گئے اور جس مسجد میں جمع ہو کر نمازیں پڑھتے تھے اس میں سے بے عزتی کے ساتھ بدر کئے گئے اور جہاں قیصری باغ میں نماز جمعہ پڑھتے تھے وہاں سے حکماً روکے گئے تو نہایت تنگ ہو کر مرزا قادیانی سے اجازت مانگی کہ مسجد نئی تیار کریں تب مرزا نے ان کو کہا کہ صبر کرو مَیں لوگوں سے صلح کرتا ہوں۔ اگر صلح ہو گئی تو مسجد بنانے کی کچھ حاجت نہیں اور نیز اور بہت قسم کی ذلتیں اُٹھائیں۔ معاملہ و برتاؤ مسلمانوں سے بند ہو گیا، عورتیں منکوحہ و مخطوبہ بوجہ مرزائیت کے

چھینی گئیں، مردے ان کے بے تجہیز و تکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے وغیرہ وغیرہ۔ تو کذّاب قادیانی نے یہ اشتہار مصالحت کا دیا''۔ **120**

اِسی طرح لکھا:-

''معاملہ وبرتاؤ تم سے روکا گیا، عورتیں چھینی گئیں، مردے خراب وبے جنازہ پھینکے گئے، مال و آبرو کا نقصان، روپوؤں کی آمدنی میں خلل آگیا..... نہ مسجدوں میں جاسکو نہ مجلسوں میں.....تو اب آگے تم کیا کر سکتے ہو''۔ **121**

اب مولانا مودودی صاحب فرمائیں کہ ان فتوؤں اور ان پر متواتر تعامل کے بعد اگر احمدیوں نے بھی بالمقابل اپنی لڑکیوں کی جان اور عزت محفوظ کرنے کے لئے کوئی طریق اختیار کیا تو اس پر کیا اعتراض ہے؟ احمدیوں کا جو بھی فیصلہ اس بارہ میں ہے 1898ء اور اس کے بعد کا ہے اور مولانا مودودی صاحب کے ''علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین'' کا فتویٰ 1892ء کا ہے۔ مولانا فرمائیں کہ أَلْبَادِی أَظْلَمُ (جو ابتدا کرے وہ زیادہ ظالم ہوتا ہے) کا کلمۂ حکمت اپنے اندر کوئی معنے رکھتا ہے یا نہیں یا مولانا کے نزدیک کچھ جماعتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ وہ جو بدسلوکی بھی کریں جائز ہے اور کچھ جماعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ جواب میں بھی زبان کھولنے کا حق نہیں رکھتیں۔ اگر ان کے نزدیک اسلام کی یہ تعریف ہے تو دُنیا کے سامنے اس تعریف کا اعلان تو کر دیکھیں پھر دیکھیں کہ مسلمانوں میں سے ہی تعلیم یافتہ طبقہ ان کی اس رائے کے متعلق کیا خیال ظاہر کرتا ہے۔

کیا غیر احمدی علماء کے فتوے صرف زبان تک محدود رہے تھے؟

(7) اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ احمدیوں کا یہ فتویٰ صرف زبان تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ عملاً بھی اُنہوں نے ایسا ہی کیا ہے۔ مولانا کی خدمت میں ہم عرض کرتے ہیں کہ احمدیوں کا ہی یہ فتویٰ زبان تک نہیں رہا بلکہ اس سے دس سال پہلے کے دیئے ہوئے فتوے

''علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین'' کے بھی زبان تک محدود نہیں رہے بلکہ عملاً احمدیوں کو مسجد میں داخل ہونے سے روکا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا، ان کو لڑکیاں دینے سے روکا گیا، ان کی لڑکیاں لینے سے روکا گیا، ان کو قبرستان میں دفن ہونے کی اجازت دینے سے روکا گیا۔

اب مولانا مودودی صاحب کے دلائل میں صرف ایک ہی طاقت رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ ہم زیادہ ہیں ہمیں سب کچھ کرنے کا حق ہے، تم تھوڑے ہو تمہیں احتجاج کرنے کا بھی حق نہیں۔ اس دلیل کا جواب احمدی جماعت کے پاس کوئی نہیں سوائے اس کے کہ اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں میں سے اکثریت نے اس ظلم کو ناپسند کیا ہے اور اُنہوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی جلائی ہوئی چنگاری اب تک مسلمان کے دل میں کبھی کبھی شعلہ بار ہو جاتی ہے، کبھی کبھی وہ اپنا وجود ظاہر کر دیا کرتی ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو نہ معلوم مولانا مودودی صاحب کے ''علماء دین و مفتیانِ شرعِ متین'' احمدیوں کو زندہ دیواروں میں گاڑ کے مار دیتے اور اس پر احتجاج کرنے والوں کی زبان ان کی گُدّی سے نکال کر پھینک دیتے۔

حفاظتِ دین تلوار کے ساتھ نہیں بلکہ تعلیم و تربیت کے ساتھ ہوا کرتی ہے

(8) اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں اگر مسلمانوں سے ان احمدیوں کو الگ کر دیا جائے تو پھر دوسروں کو یہ ہمّت نہیں ہو گی کہ وہ نبوت کا دعویٰ کریں اور مسلمانوں میں افتراق پیدا کریں۔ 122

مولانا! بازی بازی باریش بابا ہم بازی۔ آپ سمجھتے نہیں کہ آپ کی یہ بات کس طرح صحابہؓ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چوٹ کرتی ہے۔ اگر یہی دلیل مکّہ کے لوگ دیتے بلکہ حق تو یہ ہے کہ وہ دیا کرتے تھے تو کیا ان کے وہ مظالم جن کو سُن کر اور جن کو پڑھ کر ایک شریف ہندو اور ایک شریف عیسائی کا دل بھی دہل جاتا ہے وہ جائز اور درست نہیں ہو جائیں گے؟ مولانا دنیا میں حفاظتِ دین تلوار کے ساتھ نہیں ہوا کرتی۔

حفاظتِ دین تعلیم اور تربیت کے ساتھ ہُوا کرتی ہے۔ جب تک اسلام دلوں میں زندہ ہے دس ہزار نبوت کا جھوٹا مُدعی بھی اس ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتا اور جب تک سچائی کا اعلان کرنے والے لوگ دُنیا میں موجود ہیں کوئی تلوار، کوئی بندوق، کوئی خنجر اور کوئی شعلۂ نار سچائی کا اظہار کرنے والوں کی زبان بندی نہیں کر سکتا۔ سچ ماریں کھا کر بھی اُٹھے گا اور سچائی کا اعلان کرنے والے قتل ہوتے ہوئے بھی اپنی بات کو دُہراتے چلے جائیں گے اور جھوٹے مُدعیانِ نبوت خواہ کتنے بھی طاقتور ہوں اور خواہ ان کے مقابلہ میں کوئی تلوار بھی نہ اُٹھے اور کوئی مقابلہ بھی نہ ہو وہ ناکام رہیں گے اور نامراد مَریں گے۔

مولانا غالباً اپنے لٹریچر کے علاوہ دوسری کتابوں کا مطالعہ کرنے سے بچتے رہتے ہیں۔ اگر وہ قرآن کریم کو پڑھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت موسیٰؑ جب فرعون کے پاس گئے اور فرعون نے ان پر ظلم کرنا چاہا تو فرعون کے ایک درباری نے اس کے سامنے یہ دلیل پیش کی کہ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ۔[123] اے میری قوم! اگر موسیٰ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ خود اسے تباہ کر دے گا اور اگر وہ سچا ہے تو اس کی پیشگوئیوں کا ایک حصّہ تمہارے حق میں پورا ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کبھی بھی حد سے بڑھنے والے اور جھوٹے کو کامیاب نہیں کرتا۔ پس تم موسیٰ کو کیوں قتل کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ اس آیت میں کتنی زبردست سچائی کو بیان کیا گیا ہے کہ دین خدا کی طرف سے آتا ہے۔ دین سیاست نہیں جس کے لئے خدا کی مدد کا سوال پیدا نہ ہو۔ دین خدا کا رستہ ہے جس کی حفاظت خدا تعالیٰ خود کرتا ہے۔ جھوٹے نبیوں کی طاقت کیا ہے کہ وہ سچ کو مِٹا سکیں۔ خدا کی تلوار جھوٹے نبیوں کو مارتی ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ نہیں کہا کہ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ۔[124] یعنی اگر یہ شخص ہم پر کوئی افتراء کرتا اور کوئی بات ہماری طرف منسوب کر دیتا جو ہم نے نہیں کہی تو ہم اس کا دایاں بازو پکڑ لیتے اور اس کی رگِ جان کاٹ دیتے۔

مولانا جھوٹے نبی کی رگِ جان کاٹنے کے لئے خدا آپ تیار رہتا ہے آپ کی تلوار

کی وہاں ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ کی تلوار تو اسلام کی سچائیوں کو مُشتبہ کر دیتی ہے اور وہ غیر مسلموں کو اسلام کی طرف لانے سے روکتی ہے کیونکہ وہ اسلام کو ایک خونریزی کا مذہب سمجھنے لگتے ہیں اور اس کی صلح اور آشتی کی تعلیم آپ کے تیار کردہ غلافوں میں چھپ جاتی ہے۔ کاش آپ حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتے اور اسلام کی صداقت اور اس کی خوبیوں کو روشن اور اُجاگر ہونے دیتے۔

غیر احمدی علماء کا باہم مل کر اسلامی دستور کے اصول مرتّب کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے ہیں

(9) پھر مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ بے شک دوسرے مسلمان بھی کُفربازی کے مرض میں مبتلا ہیں لیکن اس دلیل کی وجہ سے احمدیوں کو کافر قرار دینے سے رُکنا جائز نہیں کیونکہ اگر ذرا ذرا سے اختلاف پر تکفیر کر دینا غلط ہے تو دین کی بنیادی حقیقتوں سے کھلے کھلے انحراف پر تکفیر نہ کرنا بھی سخت غلطی ہے اور اس کی مزید دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ جب علماء اسلام نے بالاتفاق اسلامی دستور کے اصول مرتّب کئے تو ظاہر ہے کہ اُنہوں نے ایک دوسرے کو مسلمان سمجھتے ہوئے ہی یہ کام کیا۔[125]

مولانا مودودی صاحب کی یہ دلیل ہرگز معقول نہیں۔ یہ دلیل تبھی معقول ہو سکتی تھی جب یہ کہا جاتا کہ کُفر کے فتوے دینے والے علماء اوّل درجہ کے جاہل، بے ایمان اور بددیانت تھے۔ اس وجہ سے اب ان کی اولاد ان کی اتباع کرنے کے لئے تیار نہیں اور وہ ان کے فتوؤں کے باوجود آپس میں مِل کر بیٹھنے کے لئے تیار رہے۔ جب دیوبندیوں کے بزرگوں نے بریلویوں پر کُفر صریح کا فتویٰ دیا ہوا ہے، جب بریلویوں نے دیوبندیوں اور اہلحدیث پر کُفر صریح کا فتویٰ دیا ہوا ہے، جب اہلحدیث نے اہلسنت پر کُفرِ صریح کا فتویٰ دیا ہوا ہے، جب اہلسنت نے اہلحدیث پر کفر صریح کا فتویٰ دیا ہوا ہے، جب شیعوں نے سُنّیوں پر اور سُنّیوں نے شیعوں پر کُفرِ صریح کا فتویٰ دیا ہوا ہے اور جب اسلامی جماعت والوں نے دوسرے فرقوں پر اور دوسرے فرقوں نے اسلامی جماعت پر کُفرِ صریح کا

فتویٰ دیا ہوا ہے تو ان فتووں کے بعد فتویٰ دینے والے لوگوں کا یا ان کے شاگردوں کا مل بیٹھنا ان کی مداہنت اور بے ایمانی کی دلیل تو ہو سکتا ہے اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ ان کے نزدیک دوسرے فریق مسلمان ہیں اور یا پھر اسلام کی کوئی ایسی تعریف کرنی پڑے گی جو باوجود کُفر کے فتووں کے بھی ایک کافر کو دائرۂ اسلام سے باہر نہیں نکالتی اور جب آپ وہ تعریف کریں گے تو جس طرح سُنّی اور شیعہ اور خارجی اور اہلحدیث اور دیوبندی اور بریلوی اسلام میں شامل ہو جائے گا احمدی بھی اسلام میں شامل ہو جائے گا۔

جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی سے مولانا مودودی کو خوف

(10) آگے چل کر مولانا لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ احمدیوں کے علاوہ اور گروہ بھی مسلمانوں میں ایسے ہیں جو کانفرنس والے مسلمانوں سے گہرا اختلاف رکھتے ہیں۔ ان سے کیوں یہی معاملہ نہیں کیا جاتا؟ آپ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ بے شک ’’مسلمانوں میں قادیانیوں کے علاوہ بعض اَور گروہ بھی ایسے موجود ہیں جو اسلام کی بنیادی حقیقتوں میں مسلمانوں سے اختلاف رکھتے ہیں اور مذہبی و معاشرتی تعلقات منقطع کر کے اپنی جُداگانہ تنظیم کر چکے ہیں لیکن چند وجوہ ایسے ہیں جن کی بناء پر ان کا معاملہ قادیانیوں سے بالکل مختلف ہے۔ وہ مسلمانوں سے کٹ کر بس الگ تھلگ ہو بیٹھے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے چند چھوٹی چھوٹی چٹانیں ہوں جو سرحد پر پڑی ہوئی ہوں اس لئے ان کے وجود پر صبر کیا جاسکتا ہے لیکن قادیانی مسلمانوں کے اندر مسلمان بن کر گھستے ہیں، اسلام کے نام سے اپنے مسلک کی اشاعت کرتے ہیں، مناظرہ بازی اور جارحانہ تبلیغ کرتے پھرتے ہیں..... جس کی وجہ سے ان کے معاملہ میں ہمارے لئے وہ صبر ممکن نہیں ہے جو دوسرے گروہوں کے معاملہ میں کیا جاسکتا ہے ..... اس پر مزید یہ کہ قادیانیوں کی جتھہ بندی، سرکاری دفتروں میں، تجارت میں، صنعت میں، زراعت میں غرض زندگی کے ہر میدان میں مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہے‘‘۔126

کہتے ہیں ’’جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے‘‘۔ مولانا مانتے ہیں کہ جہاں تک خدا اور

رسول اور قرآن کا سوال ہے احمدیوں کی طرح اور فرقے بھی ہیں جو مسلمانوں سے ان اصول میں مختلف عقائد رکھتے ہیں اور عملاً مسلمانوں سے منقطع ہو جانے کے معاملہ میں بھی وہ ایسے ہی ہیں جیسے احمدی لیکن پھر بھی ان کے ساتھ احمدیوں والا معاملہ کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ وہ تبلیغ نہیں کرتے۔ یعنی جو مسلمان مودودی صاحب نے تیار کئے ہیں وہ اتنے کمزور ہیں کہ کوئی شخص ان میں تبلیغ کرے گا تو ان کا ایمان خراب ہو جائے گا۔ مودودی اسلام کو اس حملہ آور شیر کا درجہ حاصل نہیں ہے جو کہ دُشمنوں کی صفوں میں سے چھین کر اپنا شکار لایا کرتا ہے بلکہ مودودی اسلام ایک محصور شُدہ اور شکست یافتہ فوج ہے کہ جو چاہے اس کے ایمان کو بگاڑ لے اور جو چاہے اس کے دین کو خراب کرلے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ایسے لوگوں کو اس کے پاس نہ آنے دیا جائے جو تبلیغ کرتے ہیں۔ مولانا مودودی کو اسلام پر کتنا پُختہ ایمان حاصل ہے؟ مولانا مودودی کو مسلمان پر کتنی حُسنِ ظنّی ہے! اور مسلمان اگر اس کی آنکھیں کھلی ہوں اگر وہ صداقت اسلام معلوم کرنے کے لئے تیار ہو جائے تو ان نیک خیالات کو سُن کر کتنا خوش ہو گا اور مولانا مودودی کی خیر خواہی کی کتنی تعریف کرے گا اور باقی دُنیا یہ سُن کر کہ سب مُلکوں اور سب قوموں میں مسلمانوں کو تبلیغ کرنے کی اجازت ہے لیکن مسلمانوں میں کسی غیر قوم کو تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں کس قدر اسلام کے دلدادہ ہوں گے اور کس قدر اسلام کی محبت ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے گی!!!

مولانا! مسلمان کہلانے میں تو احمدی بھی شریک ہیں اور آپ بھی شریک ہیں۔ اگر مسلمان کہلانے کی وجہ سے احمدیوں کی تبلیغ آپ کی جماعت پر مؤثر ہو جاتی ہے تو آپ کی تبلیغ احمدیوں پر کیوں مؤثر نہیں ہوتی۔ کبھی احمدیوں نے بھی شکایت کی ہے کہ آپ احمدیوں میں کیوں تبلیغ کرتے ہیں؟ آپ کا دعویٰ ہے کہ ایک ایک احمدی کے مقابلہ میں ہزار ہزار غیر احمدی ہیں۔ اگر ہزار ہزار غیر احمدی ایک ایک احمدی کو تبلیغ کرنے نکلے تو نتیجہ ظاہر ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو وہ منٹوں میں اس کو خاموش کر لیں گے اور اسے حق کی طرح کھینچ لیں گے مگر باوجود اس کے کہ روپیہ آپ کے پاس ہے،

جتھہ آپ کے پاس ہے، طاقت آپ کے پاس ہے، علماء آپ کے پاس ہیں پھر بھی آپ لرزہ براندام ہیں اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ احمدی ہم میں تبلیغ کریں گے تو کیا ہو جائے گا۔ اگر آپ میں جرأت ہوتی تو آپ کہتے آئیں اور احمدی ہمیں تبلیغ کریں۔ کبھی آپ نے وہ واقعہ نہیں سُنا جو موجودہ امام جماعت احمدیہ کے ساتھ قادیان میں پیش آیا تھا۔ ایک دفعہ ہردوار سے آریوں کے مذہبی کالج کے کچھ پروفیسر طالب علموں کے ساتھ قادیان آئے اور اُنہوں نے اسلام کے خلاف تقریریں کرنی شروع کر دیں۔ اُنہوں نے اپنے زعم میں امام جماعت احمدیہ کو شرمندہ کرنے کے لئے اپنے کچھ شاگردوں کو سوالات سکھا کر ان سے ملنے کے لئے بھیجا۔ اُنہوں نے آکر درخواست کی کہ ہم امام جماعت احمدیہ سے ملنا چاہتے ہیں۔ امام جماعت احمدیہ نے مسجد میں ان کو بُلوالیا اور ان سے ملاقات کی۔ لڑکوں نے سکھلائے ہوئے سوالات پیش کرنے شروع کر دیئے۔ امام جماعت احمدیہ نے جواب دیا کہ تم دس گیارہ لڑکے ہو ہر ایک کے دل میں نہ معلوم کتنے کتنے سوالات اسلام کے خلاف بھرے ہوئے ہوں گے۔ آخر مَیں محدود وقت دے سکتا ہوں۔ تمہارا اصرار یہ ہے کہ میرے ہی منہ سے جواب سنو کسی دوسرے احمدی عالم کے مُنہ سے جواب سُننے کے لئے تم تیار نہیں اور مَیں اوّل تو دنوں اور ہفتوں بیٹھ کر تمہارے ان سوالات کا جواب نہیں دے سکتا۔ دوسرے مَیں جو بھی جواب دوں گا اگر وہ حقیقی جواب ہو گا اور قرآن کریم میں سے ہو گا تو تمہارے دل میں شُبہ ہو گا کہ معلوم نہیں قرآن میں یہ بات لکھی ہے یا نہیں لکھی کیونکہ تم عربی نہیں جانتے اور اگر مَیں الزامی جواب دوں گا اور وہ ویدوں سے ہو گا یا دوسری ہندو کُتب سے ہو گا تو تم فوراً کہو گے کہ آپ تو سنسکرت جانتے ہی نہیں، آپ کیا جانتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں کیا لکھا ہے؟ پس کوئی ایسا ذریعہ ہمارے درمیان مشترک نہیں جس کے ساتھ اس جھگڑے کا تصفیہ کیا جاسکے۔ اس لئے میں تمہیں ایک آسان راہ بتاتا ہوں۔ تم اپنے اساتذہ سے جا کر کہو کہ وہ چار لڑکے جو مَیں اُنہیں دوں اُنہیں اپنے ساتھ لے جائیں اور دو تین سال رکھ کر اُنہیں وید پڑھائیں اور جو اعتراضات ان کے دل میں قرآن کے متعلق ہیں

وہ ان کے کانوں میں ڈالیں۔ ان لڑکوں کا خرچ زمانۂ تعلیم سے آخر تک مَیں ادا کروں گا اگر اس عرصۂ تعلیم میں سنسکرت پڑھ لینے اور ویدوں کا مطالعہ کر لینے کے بعد وہ لڑکے ہندو مذہب کی فوقیت اور اسلام کی کمزوری کے قائل ہو جائیں گے تو چار مبلغ ہندوؤں کو میرے خرچ سے تیار شُدہ مِل جائیں گے اور اگر وہ واپس میرے پاس آجائیں گے تو آئندہ مجھ سے کوئی سوال کرے گا تو مَیں ایسے لوگوں کو پیش کر سکوں گا جو ہندو لٹریچر خود پڑھ سکیں۔ اسی طرح چار لڑکے خود منتخب کر کے وہ پروفیسر میرے پاس بھیج دیں مَیں اُنہیں عربی زبان اور قرآن پڑھاؤں گا اور اسلام کی خوبیاں اُن کو بتاؤں گا اور جتنی دیر وہ یہاں تعلیم حاصل کریں گے ان کی تعلیم کا خرچ مَیں دوں گا اور کبھی ان سے یہ نہیں کہوں گا کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ جب وہ تعلیم سے فارغ ہو جائیں اور خود محسوس کریں کہ اسلام سچّا ہے تو بے شک اپنی مرضی سے مسلمان ہو جائیں اور اگر ان پر اسلام کی صداقت واضح نہ ہو تو میرے خرچ پر قرآن سے واقف ہو کر وہ ہندوؤں کے مبلّغ بن جائیں گے اور اسلام کے خلاف محاذ قائم کریں گے۔ غرض دونوں طرف کا خرچ مَیں دوں گا اور کوئی بوجھ ہندو قوم پر نہیں پڑے گا۔ امام جماعت احمدیہ کی اس بات کو سُن کر وہ لڑکے کچھ جھجک سے گئے اور اُنہوں نے سوال کرنے بند کر دیئے اور تھوڑی دیر کے بعد اُٹھ کر چلے گئے۔ کوئی مہینہ دو مہینے گزرے تھے کہ ایک ہندو نوجوان قادیان میں آیا اور امام جماعت احمدیہ سے مِل کر اُس نے کہا کہ آپ کو یاد ہے کہ کچھ لڑکے اس قسم کے آپ کے پاس آئے تھے اور آپ نے ان سے یہ یہ باتیں کی تھیں۔ آپ نے کہا ہاں مجھے خوب یاد ہے۔ اس نے کہا مَیں اُن لڑکوں میں سے ایک ہوں۔ ہمارے اساتذہ نے اس بات کی پرواہ نہیں کی اور مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ ڈر گئے مگر مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ بات معقول ہے۔ مَیں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ مجھے اپنے خرچ پر قرآن اور عربی پڑھائیں مگر کبھی مجھے مسلمان ہونے کے لئے نہ کہیں۔ تعلیم کے بعد مَیں آپ فیصلہ کر لوں گا کہ مجھے مسلمان ہونا چاہیئے یا نہیں۔ آپ نے اس شرط کو منظور کیا اور اس نوجوان کو اسلام کی تعلیم دلوائی۔ وہ گوروکل کانگڑی کا جو ہندوستان کا بہترین ہندو سنسکرت کالج ہے

طالب علم تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب اُس نے قرآن کریم کو خود اپنی آنکھوں سے پڑھا اور خود اس کا مطلب سمجھنے کے قابل ہؤا تو ایک دن خود آکر خواہش کی کہ مَیں مسلمان ہونا چاہتا ہوں اور مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے مولوی فاضل پاس کیا اور اب وہ اسلام کا ایک مبلغ ہے اور اسلام کی تائید میں کتابیں لکھتا ہے۔

مولانا! یہ سچ کی طاقت ہوتی ہے۔ راستبازوں کے یہ حوصلے ہوتے ہیں جس کا نمونہ امام جماعت احمدیہ نے دکھایا۔ آپ اگر سمجھتے ہیں کہ جو کچھ آپ سمجھتے ہیں وہ سچ ہے تو دوسرے مسلمان فرقوں کو اس سے واقف کیجئے اور احمدیوں میں تبلیغ کیجئے۔ پھر اگر دوسرے مسلمان آپ کی باتوں کو سچّا سمجھیں گے تو وہ اپنے فرقہ کو چھوڑ کر آپ میں آملیں گے۔ یہی طریق ہے جو سب نبیوں نے اختیار کیا اور اسی طریق سے دُنیا میں سچّائی قائم ہوتی رہی ہے۔ ڈنڈوں اور تلواروں نے نہ کبھی پہلے سچ کی مدد کی ہے اور نہ آئندہ کر سکیں گے۔

مولانا! آپ نے تو اپنے اس بیان میں حقیقت کا بھانڈا ہی پھوڑ دیا۔ آپ کے اس بیان کا مطلب تو یہ ہے کہ خدا کے بارہ میں کوئی اختلاف کرے پروا نہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کوئی اختلاف کرے پروا نہیں، قرآن کے بارہ میں کوئی اختلاف کرے پروا نہیں۔ ایسے مسلمان فرقے بے شک موجود ہیں جو ان باتوں میں ہم سے احمدیوں کی طرح اختلاف کرتے ہیں۔ پھر معمولی اختلاف نہیں ’’بنیادی حقیقتوں‘‘ میں اختلاف کرتے ہیں اور معاشرتی تعلقات ہم سے منقطع کر رہے ہیں لیکن ہم کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، ہم کو قرآن سے کیا، ہم کو اسلام سے کیا۔ وہ خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف کرتے ہیں۔ ہماری جماعت کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے کیونکہ وہ تبلیغ نہیں کرتے۔ پس جب مودودی جماعت ان کے فتنہ سے محفوظ ہے تو خدا اور اس کا رسول جائیں اور اپنی حفاظت آپ کریں ہم کو تو احمدیوں سے غرض ہے کہ وہ مودودی اور دیوبندی بھیڑوں میں سے کچھ نہ کچھ بھیڑیں اُٹھا کر ہر سال لے جاتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کے متعلق مخالفین کی کِذب بیانیاں

پھر مولانا فرماتے ہیں کہ قادیانیوں کی وجہ سے تو سرکاری دفاتر میں، تجارت میں، صنعت میں، زراعت میں غرض زندگی کے ہر میدان میں مسلمانوں کے ساتھ لڑائی ہو جاتی ہے۔

مولانا! یہ لڑائی کون کرتا ہے؟ یہ جھوٹ کب تک بولا جائے گا کہ سرکاری دفاتر پر احمدی قابض ہیں۔ کسی ایک محکمہ کے اعداد و شمار تو پیش کیجئے کہ اس میں کل ملازم اتنے ہیں اور احمدی اتنے ہیں۔ کب تک یہ جھوٹ بولا جائے گا کہ فوج میں پچاس فیصدی احمدی ہیں، اعداد و شمار کے ساتھ ہی لوگوں کو پتہ لگ سکتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے یا سچ اور پھر تجارت اور زراعت اور صنعت میں احمدی ہیں کتنے؟ پچاس ہزار کے قریب پاکستان میں تاجر ہو گا مگر ان میں سے بمشکل ڈیڑھ دو سو احمدی ہو گا اور زراعت میں تو آدمی اپنے ماں باپ کا ورثہ لیتا ہے۔ اس میں کسی احمدی نے کسی کا بگاڑ کیا لینا ہے۔ کوئی احمدی اگر اپنے ماں باپ کی زمین لے لیتا ہے تو اس میں دوسرے مسلمانوں سے لڑائی کا کیا سوال ہے۔ غیر احمدی بھی تو اپنے ماں باپ کا ورثہ لیتے ہیں۔ صنعتی کارخانے شاید احمدیوں کے پاس ہزار میں سے ایک ہو گا۔ پھر اس سے کیا اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ محض ایک غلط بات کو دُہراتے جانے سے تو وہ سچی نہیں بن جاتی۔ اعداد و شمار پیش کیجئے۔ دُنیا خود فیصلہ کر لے گی کہ حقیقت کیا ہے اور خدا گواہ ہے کہ آپ کبھی اپنے دعویٰ کی تائید میں اعداد و شمار پیش نہیں کر سکیں گے کیونکہ آپ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں اور قیامت تک اپنی بات کو ثابت نہیں کر سکیں گے خواہ فیصلہ کرنے والے آپ کے ہم مذہب جج ہی کیوں نہ ہوں۔ آپ کے ساتھیوں کا تو یہ حال ہے کہ ائرکموڈور جنجوعہ کے متعلق بھی اُنہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہوائی جہازوں کے یہ افسرِ اعلیٰ احمدی ہیں۔ 127

حالانکہ جنجوعہ کبھی احمدیت کے قریب بھی نہیں گیا۔ اس طرح جہاں کوئی شخص احمدیت کی تائید میں کچھ کہہ بیٹھتا ہے آپ لوگ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ اصل میں یہ احمدی ہے۔ حالانکہ احمدیت سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کا قصور صرف اتنا ہوتا ہے

کہ وہ ظلم کے خلاف احتجاج کرتا ہے اور آپ کی طاقت صرف یہ ہوتی ہے کہ آپ جھوٹ بولنے سے ڈرتے نہیں۔

چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو نہ ہٹا کر ہمارے مدبرین عقلمندی کا ثبوت دے رہے ہیں یا کوڑ مغزی کا

پھر مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو وزارتِ خارجہ سے نہ ہٹانے کی حکومت پاکستان یہ دلیل دیتی ہے کہ اس کے توسّط سے ہی چونکہ ہم غیر مُلکوں سے فائدہ اُٹھاسکتے ہیں اس لئے ہم اس کو نہیں ہٹاسکتے اور مودودی صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امریکہ اور انگلستان کے مدبرین ہمارے مدبرین کی طرح کوڑ مغز نہیں ہیں کہ وہ ایک شخص کے ہٹنے پر مُلک بھر سے رُوٹھ جائیں۔ 128

مولانا اِس بات کو بھول جاتے ہیں کہ چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو ہٹانے کے لئے کیوں زور دیا جاتا ہے۔ مخالفت یا تو مذہبی ہے یا عُہدوں کے حصول کے لئے ہے لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ چونکہ ظفر اللہ خاں احمدی ہے اور احمدی انگریزوں اور امریکنوں کی تائید کرتے ہیں اس لئے ان کو ہٹایا جائے۔ یہ اعتراض تو جھوٹا ہے اور مولانا مودودی اور ان کے ساتھیوں کی ایجاد ہے لیکن بہرحال امریکن اور انگریز نمائندے اس مُلک میں موجود ہیں اور ہمارے اخباروں کے خلاصے ضرور ان کے سامنے پیش ہوتے رہتے ہوں گے اور وہ ان خلاصوں کو اپنی حکومتوں کی طرف بھجواتے بھی رہتے ہوں گے۔ مولانا سمجھ لیں کہ امریکہ اور انگلستان کے مدبرین بیشک کوڑ مغز نہیں ہیں کہ وہ ایک شخص کے ہٹنے پر مُلک بھر سے روٹھ جائیں مگر وہ اتنے بیوقوف بھی نہیں ہیں کہ جب ایک حکومت کسی شخص کو اس لئے ہٹائے کہ وہ امریکہ اور انگلستان کے ساتھ نیک تعلقات کی خواہش رکھتا ہے تو پھر بھی وہ اس مُلک کے ساتھ اپنے تعلقات قائم رکھیں۔ پس پاکستان کی حکومت اس بات سے خائف نہیں کہ ظفر اللہ خاں کے ہٹانے کی وجہ سے امریکہ اور انگلستان مخالف ہو جائیں گے۔ وہ اس بات سے خائف ہے کہ ظفر اللہ خاں کو جب

اس وجہ سے ہٹایا جائے گا کہ وہ انگلستان اور امریکہ سے بِلا وجہ الجھنے کا قائل نہیں اور غیر مسلموں سے بھی نیک سلوک قائم رکھنا چاہتا ہے تو اس کے ہٹانے سے لازماً انگلستان اور امریکہ کے لوگ اور وہاں کی حکومتیں یہ سمجھیں گی کہ پاکستان کے عوام الناس اور پاکستان کی حکومت کسی ایسے شخص کو برسرِ اقتدار نہیں آنے دیں گے جو کہ انگلستان اور امریکہ سے صلح رکھنے کی تائید میں ہو یا غیر مذاہب والوں سے صلح رکھنا چاہتا ہو۔ مولانا! بتائیے یہ کوڑ مغزی ہوگی یا عقلمندی اور آپ کے اس شور و شر کے نتیجہ میں ظفر اللہ خاں کو نہ ہٹا کر ہمارے مدبرین عقلمندی کا ثبوت دے رہے ہیں یا کوڑ مغزی کا ثبوت دے رہے ہیں۔

جماعت احمدیہ کی تبلیغِ اسلام مولانا مودودی کی نگاہ میں

(12) پھر مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ احمدی تو تبلیغ اسلام کرتے ہیں ان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں چاہئے۔ اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ ان کی تبلیغ تبلیغ نہیں تھی بلکہ انگریزوں کو خوش کرنے کا ایک طریق تھا اور اس کی دلیل میں اُنہوں نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا یہ حوالہ تبلیغِ رسالت سے پیش کیا ہے کہ:-

''جیسے جیسے میرے مُرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے''۔ 129

دوسری دلیل اُنہوں نے ایک اٹیلین انجینئر کی کتاب سے پیش کی ہے کہ صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے اس لئے ان کو شہید کیا گیا۔ تیسری دلیل کے طور پر اُنہوں نے ''الفضل'' کا ایک حوالہ پیش کیا ہے جس میں ''امان افغان'' 3 مارچ 1925ء کی عبارت درج کی گئی ہے اور وہ بقول مودودی صاحب کے یہ ہے:-

''افغانستان گورنمنٹ کے وزیر داخلہ نے مندرجہ ذیل اعلان

شائع کیا ہے۔ کابل کے دو اشخاص ملّا عبد الحلیم چہار آسیانی و ملّا نور علی دکاندار قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے تھے اور لوگوں کو اس عقیدہ کی تلقین کر کے انہیں اصلاح کی راہ سے بھٹکا رہے تھے..... ان کے خلاف مُدّت سے ایک اور دعویٰ دائر ہو چکا تھا اور مملکتِ افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر مُلکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے پائے گئے جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دُشمنوں کے ہاتھ بِک چکے تھے''۔ 130

چوتھی دلیل کے طور پر اُنہوں نے میاں محمد امین صاحب قادیانی مبلغ کا ایک حوالہ پیش کیا ہے کہ چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش حکومت کے باہمی مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اس لئے میں روس میں جہاں تبلیغ کرتا تھا وہاں گورنمنٹ انگریزی کی خدمت گزاری بھی مجھے کرنی پڑتی تھی۔ 131

پانچویں دلیل کے طور پر اُنہوں نے ''الفضل'' کا ایک اَور حوالہ دیا ہے جس میں یہ درج ہے کہ ایک جرمن وزیر نے جب احمدیہ عمارت کے افتتاح کی تقریب میں شمولیت کی تو وہاں کی گورنمنٹ نے اس سے باز پُرس کی کہ احمدی تو انگریزوں کے ایجنٹ ہیں تم ایسی جماعت کی کسی تقریب میں کیوں شامل ہوئے ہو۔ 132

مسئلہ جہاد کے متعلق جماعت احمدیہ کا مسلک

(12-الف) مودودی صاحب کے پہلے حوالہ سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے یہ لکھا کہ:-

''جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے چلے جائیں گے''۔

مولانا مودودی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس جگہ جہاد کے وہ معنے نہیں ہیں جو قرآن کریم کی آیات اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ملفوظات سے ثابت ہیں۔ اس جگہ پر جہاد سے مُراد وہ غلط عقیدہ ہے جو کہ آجکل کے مسلمانوں میں پھیل گیا ہے۔

ورنہ جہاد کا مسئلہ قرآن کریم سے بھی ثابت ہے اور حدیث سے بھی ثابت ہے اور کوئی احمدی اس کا مُنکر نہیں ہو سکتا اور نہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ اس کے مُنکر تھے۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ہمیشہ ہی جہاد کی اس تعریف کی تائید کی ہے جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہے یعنی اگر کوئی قوم اسلام کے مٹانے کے لئے مسلمانوں پر حملے کرے تو سب مسلمانوں پر جو کسی ایک امام کے تابع ہوں فرض ہوتا ہے کہ وہ مِل کر ان دُشمنوں کا مقابلہ کریں اور اسلام کو اس مصیبت سے بچائیں۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ صرف اس بات کے خلاف تھے کہ اکّا دُکّا مسلمان اُٹھ کر ایک ایسی حکومت کے افراد کو قتل کرنا شروع کر دے جس کے مُلک میں مسلمان امن سے رہ رہے ہوں اور جن کے ساتھ ان کی کوئی لڑائی نہ ہو یا کسی مُلک کے لوگ دوسری معاہد حکومت سے جنگ شروع کر دیں اور اس کا نام جہاد رکھیں۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ان عقائد سے خود مودودی صاحب کو بھی اتفاق ہے اور تمام علماءِ ہندوستان کو بھی اتفاق تھا اور اب بھی پاکستان کے علماء کو اتفاق ہے۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ غلط ہے تو مودودی صاحب بتائیں کہ اُنہوں نے کتنے انگریز مارے تھے۔ کیا جہاد ان پر فرض نہیں تھا یا دوسرے علماء احراری یا دیوبندی یا بریلوی بتائیں کہ اُنہوں نے کتنے انگریز مارے تھے۔ کیا ان پر جہاد فرض نہیں تھا؟ پس حضرت مرزا صاحب نے اگر وہی بات کہی جو عملاً ہر مسلمان عالم کر رہا تھا تو ان پر کیا اعتراض ہے۔ خود مودودی صاحب اپنی کتاب ’’سود‘‘ حصہ اوّل کے صفحہ 77، 78 پر لکھتے ہیں کہ:-

> ’’ہندوستان اس وقت بِلاشُبہ دارالحرب تھا جب انگریزی حکومت یہاں اسلامی سلطنت کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس وقت مسلمانوں کا فرض تھا کہ یا تو اسلامی سلطنت کی حفاظت میں جانیں لڑاتے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد یہاں سے ہجرت کر جاتے لیکن جب وہ مغلوب ہو گئے، انگریزی حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول کر لیا تو اب یہ مُلک دارالحرب نہیں رہا۔ اس لئے کہ یہاں اسلامی قوانین

منسوخ نہیں کئے گئے ہیں۔ نہ مسلمانوں کو سب احکام شریعت کے اتباع سے روکا جاتا ہے، نہ ان کو اپنی شخصی اور اجتماعی زندگی میں شریعت اسلامی کے خلاف عمل کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ایسے مُلک کو دارالحرب ٹھہرانا اور ان رخصتوں کو نافذ کرنا جو محض دارالحرب کی مجبوریوں کو پیش نظر رکھ کر دی گئی ہیں اصولِ قانونِ اسلامی کے قطعاً خلاف ہے اور نہایت خطرناک بھی''۔

یہی وہ بات تھی جو بانیٔ سلسلہ احمدیہ کہتے تھے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی مسیح آسمان سے نازل ہوگا جو تمام نامسلموں کو مارنے کی مہم جاری کر دے گا اور جو شخص اسلام کی تسلیم نہ کرے گا اُسے قتل کر دے گا۔ ایک غلط عقیدہ ہے۔ ایسا جہاد اسلام میں جائز نہیں ہے۔ آنے والا مسیح صرف دلائل اور براہین سے لوگوں کو اسلام کی طرف لائے گا اور بِلا وجہ لوگوں سے جنگ کا اعلان نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ حوالہ جس کی ایک سطر مودودی صاحب نے لکھ دی ہے مکمل یوں ہے:-

''مَیں کسی ایسے مہدی ہاشمی قریشی خونی کا قائل نہیں ہوں جو دوسرے مسلمانوں کے اعتقاد میں بنی فاطمہ میں سے ہوگا اور زمین کو کفّار کے خون سے بھر دے گا۔ مَیں ایسی حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھتا اور محض ذخیرۂ موضوعات جانتا ہوں۔ ہاں مَیں اپنے نفس کے لئے اُس مسیح موعود کا ادعا کرتا ہوں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح غربت کے ساتھ زندگی بسر کرے گا اور لڑائیوں اور جنگوں سے بیزار ہوگا اور نرمی اور صلح کاری اور امن کے ساتھ قوموں کو اس سچے ذوالجلال خدا کا چہرہ دکھائے گا جو اکثر قوموں سے چھپ گیا ہے۔ میرے اصولوں اور اعتقادوں اور ہدایتوں میں کوئی امر جنگجوئی اور فساد کا نہیں اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور

مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے''۔ 133

مودودی صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ گو اس مسئلہ کا اُنہوں نے غلط استعمال کیا ہے لیکن اسی مسئلہ کی بناء پر اُنہوں نے کشمیر کی لڑائی میں شمولیت کو ناجائز قرار دیا۔ 134

ان کی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ جہاد کئی ہیں۔ ایک جہاد وہ ہے کہ جب کوئی قوم دین مٹانے کے لئے حملہ کرے تو دین کی حفاظت کے لئے اس سے لڑا جائے۔ یہ جہادِ کبیر ہے اور ایک جہاد یہ ہے کہ کوئی قوم اپنے مُلک کی آزادی کے لئے لڑے یہ جہادِ صغیر ہے۔ ایسے جہاد کے متعلق بھی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَّ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَّ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِیْنِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ وَّ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ أَھْلِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ۔ 135 یعنی جو شخص اپنے مال یا اپنی جان یا اپنے دین یا اپنے اہل کے بچانے کے لئے لڑتا ہؤا مارا جائے، وہ شہید ہے۔ چونکہ شہید اسی کو کہتے ہیں جو جہاد میں مارا جائے اس لئے ماننا پڑے گا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی لڑائی کو بھی ایک قسم کا جہاد قرار دیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ جہاد کبیر تو سارے مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے اور جہاد صغیر صرف ان لوگوں پر فرض ہوتا ہے جن کے مُلک کی آزادی خطرہ میں پڑے۔ مودودی صاحب نے یہ نہیں سوچا کہ کشمیر کے متعلق ہندوستان کے ساتھ پاکستان کا کوئی معاہدہ نہیں تھا۔ جب پارٹیشن ہوئی ہے اس وقت تینوں اقوام یعنی انگریزوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کی مجلس میں یہ فیصلہ ہؤا تھا کہ جن علاقوں میں کسی قوم کی اکثریت ہو اور وہ آزادی حاصل کرنے والے ہم مذہب علاقہ کے ساتھ لگتے ہوں تو وہ علاقے اپنے ہم مذہبوں کی حکومت میں شامل کئے جائیں گے اور کشمیر کے متعلق خاص طور پر فیصلہ ہؤا تھا کہ یہ مُلک ہندوستان اور پاکستان سے مشورہ کرنے کے بعد اپنا فیصلہ کرے گا لیکن کشمیر نے ایسا نہیں کیا اور اس عام قانون کے خلاف کہ ساتھ ملتی ہوئی مذہبی اکثریت کو اپنی مذہبی اکثریت والی حکومت میں شامل ہونے کا حق ہو گا توڑ دیا اور بغیر پاکستان سے مشورہ کرنے کے ہندوستان سے الحاق کا اعلان کر دیا اور

ہندوستان نے اس کو تسلیم کر لیا۔ پس کشمیر کے متعلق کوئی معاہدہ نہ تھا بلکہ جو اقوامِ ثلاثہ کا فیصلہ تھا اس کو ہندوستان نے توڑ دیا۔ پھر لڑائی کشمیر میں ہو رہی تھی ہندوستان میں نہیں ہو رہی تھی اور کشمیر کوئی معاہد حکومت نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ہندوستان کے بعض حصّوں پر حملہ کر کے کشمیر کے مسئلہ کو حل کیا جا سکتا تھا۔ پاکستان نے اسلامی قانون اور بین الاقوامی قانون کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ہندوستان پر حملہ نہیں کیا۔ پس بجائے اس کے کہ مولانا مودودی پاکستان کی تعریف کرتے کہ اس نے بہت حوصلہ سے کام لیا ہے اور قانونِ اسلام کی پابندی اور قانون بین الاقوامی کی پابندی میں اپنے فوائد کو نقصان پہنچایا ہے۔ انہوں نے اُلٹا پاکستان پر حملہ اور جنگِ کشمیر کے خلاف اعلان کر دیا لیکن بہر حال جو مسئلہ انہوں نے جنگِ کشمیر کے خلاف پیش کیا وہ وہی ہے جس کو بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے غیر مسلم اقوام سے لڑنے کے متعلق پیش کیا ہے اگر وہ مسئلہ غلط ہے تو مولانا مودودی نے اس کو کیوں استعمال کیا اور اگر وہ مسئلہ ٹھیک ہے تو مولانا مودودی نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر کیوں اعتراض کیا؟

صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کی شہادت کی وجہ

(12-ب) باقی رہا یہ کہ ایک اٹیلین انجینئر نے لکھا ہے کہ صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کو اس لئے شہید کیا گیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے اس سے بھی مراد وہی جہاد کی غلط تعلیم ہے جس کی غلطی کا خود مولانا مودودی صاحب کو اقرار ہے۔ اگر وہ تعلیم ٹھیک ہے تو مولانا مودودی صاحب اعلان کر دیں کہ پاکستان میں ان کی اکثریت ہونے پر وہ روس پر اور امریکہ پر اور انگلستان پر اور ہندوستان پر حملہ کر دیں گے۔ اگر نہیں تو پھر یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ ہر کافر قوم سے ہر وقت لڑائی جائز نہیں بلکہ ان کافر اقوام سے لڑائی جائز ہے جو اسلام کو مٹانے کے لئے اسلامی ممالک پر حملہ کریں یا سیاسی نفوذ کے لئے کسی اسلامی مُلک پر حملہ کریں یا پھر ایسی قوموں کے ساتھ لڑائی جائز ہے کہ وہ خود تو ہم پر حملہ نہ کریں لیکن اُنہوں نے کسی وقت ہمارے بعض حقوق پر قبضہ کر لیا ہو اور اس کے بعد ہماری

ان سے صلح نہ ہو گئی ہو۔ اس سے ایک شوشہ کم یا زیادہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کبھی نہیں کہتے تھے۔ محض فتنہ انگیزی کے لئے مولانا مودودی اور ان کے ساتھی اس مسئلہ کو غلط طور پر پھیلا رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ جہاد کے خلاف ہے اگر آج کوئی حکومت کسی مُلک پر اسلام کے مٹانے کے لئے حملہ کرے گی تو جماعت احمدیہ یقیناً اپنے ان بھائیوں کے ساتھ ہو گی جن پر حملہ کیا جائے گا اور یہ پرواہ نہیں کرے گی کہ اس مُلک کے باشندے جس پر حملہ کیا گیا ہے سُنّی ہیں، شیعہ ہیں، خارجی ہیں، حنفی ہیں یا کون ہیں اور اگر کسی اسلامی مُلک پر کوئی غیر اسلامی حکومت حملہ کرے گی تا کہ اس کی آزادی کو سلب کرے تو احمدی جماعت یقیناً اس اسلامی مُلک سے ہمدردی رکھے گی خواہ وہ کسی فرقہ کے قبضہ میں ہو۔

شہداءِ افغانستان کے متعلق ایک حوالہ میں بددیانتی

(12-ج) ہمیں نہایت افسوس ہے کہ جو حوالہ احمدی شہداء کے واقعہ کے متعلق لکھا ہے اور جس میں حکومتِ افغانستان نے ان پر یہ الزام لگایا ہے کہ بعض غیر ملکی لوگوں سے ان کی خط و کتابت تھی (اور غیر مُلکی لوگوں سے خط و کتابت رکھنا جُرم نہیں۔ خود مودودی صاحب بھی غیر مُلکی لوگوں سے خط و کتابت کرتے ہیں) اس حوالہ کا آخری فقرہ یہ ہے کہ:-

"اس واقعہ کی تفصیل مزید تفتیش کے بعد شائع کی جائے گی"۔

لیکن مودودی صاحب نے اپنی کتاب میں اس فقرہ کو چھوڑ دیا ہے یہ فقرہ صاف بتاتا ہے کہ حکومت افغانستان اپنے اس الزام پر پُختہ نہیں وہ ابھی مزید تفتیش کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جس کے بعد تفصیل شائع کی جائے گی مگر مولانا مودودی صاحب اس ٹکڑہ کو کاٹ کر صرف اتنا لکھ دیتے ہیں کہ افغانستان کے چند احمدی چند غیر مُلکیوں سے خط و کتابت کرتے تھے (جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ دُشمنانِ افغانستان سے خط و کتابت کرتے تھے) کیا یہ دیانتداری ہے؟ کیا یہ تقویٰ ہے؟ وہ حکومت جس نے احمدیوں کو سنگسار کیا وہ تو یہ کہتی ہے کہ ابھی اس واقعہ کی تفصیلات کی تفتیش نہیں ہوئی اور وہ بعد میں شائع کی جائے گی اور الفضل اس کے اس فقرہ کو لکھتا ہے اور پھر اس کی

تردید بھی کرتا ہے لیکن مودودی صاحب حکومت افغانستان کے بیان کے اس حصّہ کو بھی ترک کر دیتے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ ابھی یہ واقعہ زیر تحقیق ہے اور الفضل کی تردید کو بھی چھوڑ دیتے ہیں اور اس امر کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں کہ جن لوگوں کو قتل کیا گیا تھا ان کو عدالت نے مذہبی اختلاف کی بناء پر قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ سیاسی سازش کی بناء پر قتل کرنے کا حکم نہ دیا تھا۔ اگر کوئی سیاسی سازش تھی تو حکومت نے کیوں اس کو عدالت کے سامنے پیش نہیں کیا اور پھر اگر کوئی خطوط پکڑے گئے تھے اور حکومت نے اعلان کیا تھا کہ ’’اس واقعہ کی تفصیل تفتیش کے بعد شائع کی جائے گی‘‘ تو وہ تفصیل بعد میں کیوں شائع نہیں ہوئی۔ کیا حکومت کا فرض نہیں تھا کہ وہ اپنے اس بیان کے مطابق بعد میں تفتیش کے نتائج بھی شائع کرتی مگر حکومتِ افغانستان نے ایسا کبھی نہیں کیا۔

مولانا مودودی صاحب نے یہ ٹکڑا جو نقل کیا ہے الفضل سے نقل نہیں کیا برنی صاحب کی کتاب سے نقل کیا ہے بلکہ اُنہوں نے قریباً سب حوالے بغیر دیکھے برنی صاحب کی کتاب سے نقل کئے ہیں چنانچہ ہم نے ان کے حوالے برنی صاحب کی کتاب سے مِلا کر دیکھے ہیں۔ پانچ حوالوں کا ہمیں اب تک ثبوت نہیں مِل سکا مگر باقی سارے کے سارے حوالے برنی صاحب کی کتاب سے نقل کئے گئے ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ برنی صاحب نے جس جگہ پر حوالہ نقل کرنے میں غلطی کی ہے اسی جگہ پر مودودی صاحب نے بھی غلطی کی ہے مگر ہم یہ کہنے سے رُک نہیں سکتے کہ برنی صاحب نے اس حوالہ کو پورا نقل کیا ہے مگر مودودی صاحب نے وہ فقرہ جو بتاتا تھا کہ یہ الزام پختہ نہیں بلکہ شکّی ہے اس کو حذف کر دیا ہے اور اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ صالحیت کا وہ معیار جس کو وہ پیش کر رہے ہیں وہ برنی صاحب کے معیار سے بھی نیچے ہی ہے کیونکہ برنی صاحب باوجود مذہبی لیڈر نہ ہونے کے اور کسی صالح جماعت کے قائم کرنے کے مُدّعی نہ ہونے کے اس فقرہ کو درج کرتے ہیں لیکن مودودی صاحب اس فقرہ کو حذف کر جاتے ہیں۔

میاں محمد امین خان صاحب مبلغ بخارا کا ایک خط

(12-د) میاں محمد امین صاحب قادیانی مبلغ کے خط کا جو حوالہ اُنہوں نے دیا ہے وہ روس اور برطانیہ کے باہمی تعلقات کے متعلق ہے اس پر مسلمانوں کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ وہ یہ لکھتے ہیں کہ روس اور انگریزوں کے تعلقات کے لحاظ سے میں انگریزی فوائد کو روسی فوائد پر ترجیح دیتا تھا۔ یہ بڑی اچھی بات ہے اس پر کیا اعتراض ہے؟ اور اس سے مسلمانوں کو کیا نقصان پہنچ سکتا تھا؟ وہ یہ ثابت کریں کہ کسی جنگ میں انگریزوں نے ابتدا کی ہو؟ خود کسی اسلامی مُلک پر حملہ کیا ہو؟ اور پھر بھی بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے انگریزوں کی تائید کی ہو یا احمدیہ جماعت نے انگریزوں کی تائید کی ہو۔ جب انگریزوں نے عرب میں رسوخ بڑھانا چاہا تو جماعت احمدیہ نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ جب انگریزوں نے شریف حسین والیٔ مکّہ کے ساتھ معاہدہ کر کے اس معاہدہ کو توڑا اور عرب کے متحد کرنے میں اس کی مدد نہ کی تو اس کے خلاف امام جماعت احمدیہ نے آواز بُلند کی جس سے صاف ثابت ہے کہ جب کبھی انگریز نے مسلمان کے ساتھ دھوکہ بازی کی اور اس کے حقوق میں دخل اندازی کی تو جماعت احمدیہ نے اس کے خلاف احتجاج کیا لیکن جب کسی مسلمان حکومت نے آپ ہی آپ غیر قوموں سے لڑائی شروع کر دی جیسا کہ ترکی نے کیا تھا تو احمدی جماعت نے ہندوستان کی تمام دوسری اسلامی جماعتوں سمیت اس اسلامی حکومت کے اس فعل کو بُرا منایا۔ چنانچہ عراق کے فتح کرنے میں ہندوستانی فوجوں کا بہت کچھ دخل تھا اور اس میں ایک بڑی تعداد مسلمان فوجیوں کی تھی۔ ممکن ہے کہ احمدی چالیس پچاس یا سو ڈیڑھ سو ہوں لیکن ہزاروں ہزار دیوبندی تھے یا بریلوی تھے یا سُنّی تھے یا اہلحدیث تھے۔ اسی طرح اہلحدیث کے لیڈر سلطان ابن سعود انگریزوں کی پشت پر ریاض میں برسر حکومت تھے۔ انہوں نے ایک گولی بھی انگریز کے خلاف نہیں چلائی بلکہ فوراً ترکی کے علاقہ پر حملہ کر کے اس کو اپنے قبضہ میں کرنا شروع کر دیا۔ ادھر مکّہ میں شریف حسین اور فلسطین اور شام اور لبنان کے مسلمانوں نے فوراً ہی ترکی سے بغاوت کا اعلان کر دیا اور انگریزوں سے مل کر ان کے ساتھ لڑائی کرنی شروع کر دی۔

بتایئے ان سارے مُلکوں میں کون سے احمدی بستے تھے۔ کیا سلطان ابنِ سعود احمدی تھے؟ کیا شریف حسین والیٔ مکّہ احمدی تھے؟ کیا رؤسائے شام و لبنان احمدی تھے یا احمدی ہیں؟ یہ سارے لوگ ترکی سے لڑے اور ان کی لڑائی کی بنیاد یہی تھی کہ ترکی نے خود اعلانِ جنگ کیا ہے اور ان لوگوں کو اپنے مُلک کے آزاد کرانے کا موقع مِل گیا ہے۔ اگر پانچ سات لاکھ غیر احمدیوں کے ترکی پر حملہ کرنے کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوگئے، وہ جہاد کے مُنکر نہیں ہوگئے اور اگر یہ سب علماء جو ہم پر فتویٰ لگا رہے ہیں اس وقت خاموش رہے بلکہ سلطان ابن سعود یا شریف حسین کی مدح کرنے کے باوجود کافر نہیں ہوگئے اور کشتنی اور گردن زدنی نہیں ہوگئے تو چالیس پچاس یا سوڈیڑھ سو احمدیوں کے اس جنگ میں شامل ہونے کی وجہ سے احمدی کیوں کشتنی و گردن زدنی ہوگئے۔ وہ کیوں جہاد کے منکر ہوگئے، وہ کیوں اسلام سے منحرف ہوگئے۔ کیا سَو دو سَو احمدی عراق سے ترکوں کو نکال سکتے تھے۔ کیا سَو دو سَو احمدی ابن سعود کو اس بات پر مجبور کرسکتے تھے کہ وہ ترکی کے علاقوں پر حملہ کرکے کچھ علاقے اس سے چھین لیں۔ کیا سَو دو سَو احمدی جو اس لڑائی میں شریک ہوئے وہ شریف حسین کو مجبور کرکے سارے حجاز کو ترکی کے خلاف کھڑا کرسکتے تھے۔ کیا ان سو دو سو احمدی سپاہیوں کا فلسطین اور شام اور لبنان کے مسلمانوں پر ایسا قبضہ تھا کہ وہ ان کو ترکی کے خلاف عَلَمِ بغاوت بُلند کرنے پر مجبور کرسکتے تھے۔ اگر یہ نہیں ہے اور ہر گز نہیں ہے تو خدارا جھوٹ بول بول کر اسلام کو بدنام نہ کرو اور لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ دو کہ اسلام کے علماء بھی اتنا سچ نہیں بول سکتے جتنا غیر قوموں کے عامی سچ بول سکتے ہیں۔ اگر سو دو سو کے اس فعل سے احمدی واجب القتل ہیں تو پہلے ان سارے علماء کو قتل کرو، ان سارے امراء کو قتل کرو، ان سارے رؤساء کو قتل کرو جنہوں نے خود لڑائی کی یا جن کی قوم غیر احمدیوں میں سے اس لڑائی میں ترکی کے خلاف لڑی۔ ہر موقع پر خود گھروں میں جاچھپنا اور اسلام کی تائید میں انگلی تک نہ اُٹھانا لیکن جب وہ طوفان ختم ہو جائے تو احمدیوں پر اعتراض کرنا کیا یہ شیوۂ بہادری ہے یا یہ شیوۂ حیا ہے؟

معاملات عرب کے متعلق امامِ جماعت احمدیہ کی غیرت

اِس موقع پر امام جماعتِ احمدیہ کا مندرجہ ذیل حوالہ پیش کرنا یقیناً اس احمدیہ پالیسی کو واضح کر دیتا ہے جو مسلمانوں کے متعلق احمدیہ جماعت نے اختیار کر رکھی تھی۔ آپ ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:-

”آج سے کئی سال پہلے جب لارڈ چیمسفورڈ ہندوستان کے وائسرائے تھے۔ مسلمانوں میں شور پیدا ہؤا کہ انگریز بعض عرب رؤسا کو مالی مدد دے کر انہیں اپنے زیر اثر لانا چاہتے ہیں۔ یہ شور جب زیادہ بُلند ہؤا تو حکومت ہند کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہم عرب رؤسا کو کوئی مالی مدد نہیں دیتے۔ مسلمان اس پر خوش ہو گئے کہ چلو خبر کی تردید ہو گئی لیکن مَیں نے واقعات کی تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہؤا کہ گو ہندوستان کی حکومت بعض عرب رؤساء کو مالی مدد نہیں دیتی مگر حکومتِ برطانیہ اس قسم کی مدد ضرور دیتی ہے۔ چنانچہ ساٹھ ہزار پونڈ ابن سعود کو مِلا کرتے تھے اور کچھ رقم شریف حسین کو ملتی تھی۔ جب مجھے اس کا علم ہؤا تو مَیں نے لارڈ چیمسفورڈ کو لکھا کہ گو لفظی طور پر آپ کا اعلان صحیح ہو مگر حقیقی طور پر صحیح نہیں کیونکہ حکومتِ برطانیہ کی طرف سے ابنِ سعود اور شریف حسین کو اس اس قدر مالی مدد ملتی ہے اور اس میں ذرّہ بھر بھی شُبہ کی گنجائش نہیں کہ مسلمان عرب پر انگریزی حکومت کا تسلّط کسی رنگ میں بھی پسند نہیں کر سکتے۔ اس کے جواب میں ان کا خط آیا۔ (وہ بہت ہی شریف طبیعت رکھتے تھے) کہ یہ واقعہ صحیح ہے مگر اس کا کیا فائدہ کہ اس قسم کا اعلان کر کے فساد پھیلایا جائے۔ ہاں ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ گورنمنٹ انگریزی کا یہ ہرگز منشاء نہیں کہ عرب کو اپنے زیرِ اثر لائے۔ پس ہم ہمیشہ عرب کے معاملات میں دلچسپی لیتے رہے۔ جب تُرک عرب پر حاکم تھے تو اس

وقت ہم نے ترکوں کا ساتھ دیا۔ جب شریف حسین حاکم ہوئے تو گو لوگوں نے ان کی سخت مخالفت کی مگر ہم نے کہا اب فتنہ وفساد کو پھیلانا مناسب نہیں۔ جس شخص کو خدا نے حاکم بنا دیا ہے اس کی حکومت کو تسلیم کر لینا چاہیئے تاکہ عرب میں نت نئے فسادات کا رونما ہونا بند ہو جائے۔ اس کے بعد نجدیوں نے حکومت لے لی تو باوجود اس کے کہ لوگوں نے بہت شور مچایا کہ انہوں نے قبّے گرا دیئے اور شعائر کی ہتک کی ہے اور باوجود اس کے کہ ہمارے سب سے بڑے مخالف اہلحدیث ہی ہیں ہم نے سلطان ابن سعود کی تائید کی، صرف اس لئے کہ مکّہ مکرمہ میں روز روز کی لڑائیاں پسندیدہ نہیں۔ حالانکہ وہاں ہمارے آدمیوں کو دُکھ دیا گیا۔ حج کے لئے احمدی گئے تو انہیں مارا پیٹا گیا مگر ہم نے اپنے حقوق کے لئے بھی اس لئے صدائے احتجاج کبھی بُلند نہیں کی کہ ہم نہیں چاہتے کہ ان علاقوں میں فساد ہوں۔ مجھے یاد ہے مولانا محمد علی صاحب جوہر جب مکّہ مکرمہ کی موتمر سے واپس آئے تو وہ ابنِ سعود سے سخت نالاں تھے۔ شملہ میں ایک دعوت کے موقع پر ہم سب اکٹھے ہوئے تو انہوں نے تین گھنٹے اس امر پر بحث جاری رکھی۔ وہ بار بار میری طرف متوجہ ہوتے اور میں انہیں کہتا مولانا آپ کتنے ہی ان کے ظلم بیان کریں جب ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے حجاز کا بادشاہ بنا دیا ہے تو مَیں یہی کہوں گا کہ ہماری کوششیں اب اس امر پر صَرف ہونی چاہئیں کہ مکّہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی گلیوں میں فساد اور لڑائی نہ ہو اور جو شورش اس وقت جاری ہے وہ دب جائے اور امن قائم ہو جائے تاکہ ان مقدس مقامات کے امن میں کوئی خلل واقع نہ ہو''۔ 136

غیر اسلامی ممالک میں جماعت احمدیہ کے افراد کس جذبۂ جہاد کو کم کرنے کے لئے تبلیغ کر رہے ہیں

مودودی صاحب کے اس اعتراض کو کہ احمدی جماعت انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے تبلیغ کرتی تھی۔اس طرح پر حل کیا جاسکتا ہے کہ اگر احمدی جماعت جہاد کی تعلیم کو کمزور کرنے کے لئے اسلامی ممالک میں تبلیغ کرتی تھی تو مغربی اور مشرقی افریقہ اور امریکہ اور انگلستان اور جرمنی میں کس جذبۂ جہاد کو کم کرنے کے لئے احمدی تبلیغ کر رہے تھے اور کر رہے ہیں۔ کیا وہاں بھی جہاد کی تعلیم رائج ہے جس کو کم کرنے کے لئے احمدی تبلیغ کر رہے ہیں یا وہ قومیں بھی انگریزوں کی تائید میں ہیں کہ ان کی مدد حاصل کرنے کے لئے احمدی وہاں تبلیغ کر رہے ہیں۔

جرمن گورنمنٹ کی ایک وزیر سے جواب طلبی

(12-ہ)اگر مولانا مودودی کی قسم کے علماء کی تحریک پر جرمن گورنمنٹ کو غلطی لگی اور اس نے جرمن وزیر سے جواب طلبی کی کہ وہ احمدیوں کی مجلس میں کیوں شامل ہؤا جو انگریزوں کے ایجنٹ ہیں تو یہ جرمن گورنمنٹ کے علم کی کمی اور عقل کی کوتاہی تھی۔ اس کی غلطی سے احمدیوں کے خلاف کس طرح حجت پکڑی جاسکتی ہے۔

مولانا مودودی سے مؤکّد بعذاب حلف کا مطالبہ

ہم عملاً ثابت کر چکے ہیں کہ جہاں کہیں مسلمانوں کے مفاد پر انگریزوں نے اثر ڈالنے کی کوشش کی ہے احمدیوں نے ان کی اس بات کو ناپسند کیا ہے اور احمدیوں نے ایسے مُلکوں میں جاکر تبلیغ کی ہے اور لوگوں کو اسلام میں داخل کیا ہے جہاں جہاد کا کوئی سوال ہی نہیں تھا بلکہ ایسے علاقے موجود ہیں جہاں مسلمانوں کی تنظیم احمدیوں کے ہاتھ سے ہوئی یا ان کی تنظیم میں احمدیوں نے بڑا حصّہ لیا اور ان کو عیسائی اثر سے بچانے میں بڑی مدد کی۔

ہمارے اس دعویٰ کے سچ یا جھوٹ کے پرکھنے کے دو ہی طریق ہیں۔

اوّل یہ کہ ایک کمیشن ان علاقوں میں جائے اور وہاں کے لوگوں سے گواہیاں لے۔

دوم یہ کہ مولانا مودودی اور ان کے ساتھی مؤکد بعذاب قسم کھائیں کہ احمدی انگریزوں کے ایجنٹ تھے اور انگریزوں کے اشارہ پر کام کر رہے تھے اور یہ کہ اگر مودودی صاحب اور ان کے ساتھی اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں تو خدا ان پر اور ان کی اولادوں پر اور ان کی بیویوں پر اپنا غضب نازل کرے اور اپنی لعنت نازل کرے۔ اس کے مقابل پر احمدی جماعت کے لیڈر یہ قسم کھائیں کہ احمدی جماعت ہمیشہ ہی اسلامی تعلیم کی معترف رہی ہے قرآن اور حدیث کے پیش کردہ جہاد کو صحیح سمجھتی رہی ہے اور صحیح سمجھتی ہے اور اس کی تبلیغِ اسلام نہ انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے تھی، نہ ان کے اشارہ پر تھی بلکہ عیسائی مذہب کی طاقت کو توڑنے کے لئے تھی اور اسلام کو شوکت دینے کے لئے تھی اور اگر وہ اس بیان میں جھوٹے ہیں تو خدا کی لعنت ان پر اور ان کی اولادوں پر اور ان کی بیویوں پر ہو۔ کیا مولانا مودودی اپنے ساتھیوں اور دیگر فرقوں کے علماء کو اس قسم کے لئے آمادہ کر سکتے ہیں؟ ہم جانتے ہیں کہ مولانا مودودی اور ان کی جماعت اور ان کے ساتھی علماء اس قَسم کے لئے تیار نہیں ہوں گے اور اگر ہوئے تو خدا کا عذاب ان پر نازل ہو گا اور احمدی اس قَسم کے لئے فوراً تیار ہو جائیں گے۔ (کیونکہ ان کے امام کی طرف سے ایسا اعلان ہو چُکا ہے) اور اگر وہ ایسی قسم کھائیں گے تو خدا کی مدد ان کو حاصل ہو گی کیونکہ وہ سچّی قَسم کھائیں گے۔

کیا بانیٔ سلسلہ احمدیہ یہ چاہتے تھے کہ آزاد مسلمان قومیں بھی انگریزوں کی غلام ہو جائیں؟

(13) آخر میں مولانا مودودی صاحب بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے کچھ حوالے درج کرتے ہیں اور ان سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ انگریزوں کے خیر خواہ تھے اور عیسائیوں کے مؤیّد تھے اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی غرض دعویٰ نبوت سے یہ تھی کہ مسلمانوں میں اختلاف پیدا کیا جائے اور چونکہ وہ جانتے تھے کہ اس اختلاف کے پیدا

کرنے کی وجہ سے مسلمانوں میں ان کو پناہ نہیں ملے گی اس لئے وہ کوشش کرتے رہے کہ آزاد مسلمان قومیں بھی انگریزوں کی غلام ہو جائیں۔137

جماعت احمدیہ نے ہمیشہ مسلمان حکومتوں کا ساتھ دیا ہے

مولانا کا یہ دعویٰ سراسر باطل ہے۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ کبھی بھی احمدیہ جماعت نے یہ تعلیم نہیں دی کہ آزاد اسلامی حکومتیں انگریزوں کے تابع ہو جائیں بلکہ جب کبھی بھی انگریزی حکومت نے حملہ میں ابتدا کی اور مسلمان حکومتوں کو کمزور کرنے کی کوشش کی تو احمدی جماعت نے مسلمان حکومتوں کا ساتھ دیا اور ان کی تائید کی چنانچہ ترکی کے مغلوب ہو جانے کے بعد جب اس مُلک میں ناواجب نفوذ پیدا کرنے کی انگریزوں نے کوشش کی تو اس وقت بھی احمدیہ جماعت نے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ چنانچہ امام جماعت احمدیہ کے ایک رسالہ کے چند فقرات درج ذیل ہیں۔ آپ نے ترکی کے مستقبل کے متعلق مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہوئے تحریر فرمایا:-

''اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام عالم اسلامی ترکوں کے مستقبل کی طرف افسوس اور شک کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ان کی حکومت کا مٹا دینا یا ان کے اختیارات کو محدود کر دینا ان کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچائے گا مگر اس کی یہ وجہ بیان کرنا کہ سلطان ترکی خلیفۃ المسلمین ہیں درست نہیں کیونکہ بہت سے لوگ ان کو خلیفۃ المسلمین نہیں مانتے مگر پھر بھی ان سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں میرے نزدیک ایسے نازک وقت میں جبکہ اسلام کی ظاہری شان و شوکت سخت خطرہ میں ہے اس مسئلہ کو ایسے طور پر پیش کرنا کہ صرف ایک ہی خیال اور ایک ہی مذاق کے لوگ اس میں شامل ہو سکیں سیاسی اصول کے بھی خلاف ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا ایک معتدبہ حصّہ شیعہ مذہب کے لوگوں کا ہے اور ان میں سے سوائے

بعض نہایت متعصّب لوگوں کے باقی سب تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقہ ترکوں سے ہمدردی رکھتا ہے مگر وہ کسی طرح بھی سلطان ترکی کو خلیفۃ المسلمین ماننے کے لئے تیار نہیں۔ اسی طرح اہلِ حدیث میں سے گو بعض خلافتِ عثمانیہ کے ماننے والے ہوں مگر اپنے اصول کے مطابق وہ لوگ بھی صحیح معنوں میں خلیفۃ المسلمین سلطان کو نہیں مانتے (اس اعلان کے بعد اہلحدیث کی طرف سے اعلان ہؤا کہ وہ ترکی کے بادشاہ کو خلیفۃ المسلمین نہیں مانتے۔ ناقل) ہماری احمدیہ جماعت تو کسی صورت میں بھی اس اصل کو قبول نہیں کر سکتی کیونکہ اس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل از وقت دی ہوئی اطلاعوں کے ماتحت آپ کی صداقت کے قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اس زمانہ کے لئے مسیح موعود اور مہدی معہود بنا کر مسلمانوں کی ترقی اور استحکام کے لئے مبعوث فرمایا تھا اور اس وقت وہی شخص خلافت کی مسند پر متمکن ہو سکتا ہے جو آپ کا متبع ہو ..... ان تینوں فرقوں کے علاوہ اور فرقے بھی ہیں جو اسلام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں لیکن خلافتِ عثمانیہ کے قائل نہیں بلکہ خود اہلسنت و الجماعت کہلانے والے لوگوں میں سے بھی ایک فریق ایسا ہے جو خلافتِ عثمانیہ کو نہیں مانتا ورنہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ ایک شخص کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح جانشین تسلیم کر کے وہ اس کے خلاف تلوار اٹھاتے۔ پس اندریں حالات ایسے جلسہ کی بنیاد جس میں ترکوں کے مستقبل کے متعلق تمام عالم اسلامی کی رائے کا اظہار مدّ ِنظر ہو۔ ایسے اصول پر رکھنی جنہیں سب فرقے تسلیم نہیں کر سکتے درست نہیں۔ کیونکہ اس سے سوائے ضعف و اختلال کے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

میرے نزدیک اس جلسہ کی بنیاد صرف یہ ہونی چاہئے کہ ایک مسلمان کہلانے والی سلطنت کو جس کے سلطان کو مسلمانوں کا ایک حصّہ خلیفہ بھی تسلیم کرتا ہے مٹا دینا یا ریاستوں کی حیثیت دینا ایک ایسا فعل ہے جسے ہر ایک فرقہ جو مسلمان کہلاتا ہے ناپسند کرتا ہے اور اس کا خیال بھی اس پر گراں گزرتا ہے اس صورت میں تمام فرقہ ہائے اسلام اس تحریک میں شامل ہو سکتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ خلافتِ عثمانیہ کے قائل نہ ہوں بلکہ باوجود اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو کافر کہتے اور سمجھتے ہوں اس اصل پر متحد ہو کر یک زبان ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں کیونکہ گو ایک فریق دوسرے فریق کو کافر سمجھتا ہو مگر کیا اس میں کوئی شک ہے کہ دُنیا کی نظروں میں اسلام کے نام میں سب فرقے شریک ہیں اور اسلام کی ظاہری شان و شوکت کی ترقی یا اس کو صدمہ پہنچنا سب پر یکساں اثر ڈالتا ہے۔

ضروری بات یہ ہے کہ مناسب مشورہ کے بعد اس غرض کے لئے ایک کونسل مقرر کی جائے جس کا کام ترکی حکومت کی ہمدردی کو عملی جامہ پہنانا ہو صرف جلسوں اور لیکچروں سے کام نہیں چل سکتا، نہ روپیہ جمع کر کے اشتہاروں اور ٹریکٹوں کے شائع کرنے سے، نہ انگلستان کی کمیٹی کو روپیہ بھیجنے سے بلکہ ایک باقاعدہ جدوجہد سے جو دُنیا کے تمام ممالک میں اس امر کے انجام دینے کے لئے کی جائے''۔

''اگر کسی کامیابی کی اُمید کی جاسکتی ہے تو اسی طرح کہ چند آدمی اسلام کے واقف فرانس میں رکھے جائیں..... کچھ لوگ امریکہ جائیں اور وہاں اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ اسلام سے وہاں کے لوگوں کو واقف کرنے کے علاوہ تمام مُلک کے وسیع دورے کریں ..... اور ساتھ اس امر کی طرف بھی توجّہ دلائیں کہ ترکوں سے جو

سلوک ہو رہا ہے وہ درست نہیں..... اگر آپ لوگ اسلام کی عزت اور مسلمانوں کے بقاء کے لئے اس بات کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں تو مجھے اس کام کے اہل لوگ مہیا کر دینے میں کوئی عذر نہیں۔ ان لوگوں میں سے کچھ امریکہ میں کام کریں اور کچھ فرانس میں اور اس وقت تک یہ سلسلہ جاری رہے جب تک ترکوں سے معاہدہ طے ہو''۔ **138**

پھر جب ترکوں سے انگریزوں کا معاہدہ ہو گیا تو شرائط صلح پر پھر امام جماعت احمدیہ نے تبصرہ کیا اور تحریر فرمایا کہ:-

''ترکوں کے متعلق شرائط صلح کا فیصلہ کرتے وقت ان اصول کی پابندی نہیں کی گئی جن کی پابندی یورپ کے مدبّر انصاف کے لئے ضروری قرار دے چکے ہیں۔ عراق کی آبادی کو ایسے طور پر اپنی رائے کے اظہار کا موقع نہیں دیا گیا جیسا کہ جرمن کے بعض حصّوں کو۔ ان سے باقاعدہ طور پر دریافت نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے لئے کس حکومت یا کس طریق حکومت کو پسند کرتے ہیں۔ شام کی آبادی کو باوجود اس کے صاف صاف کہہ دینے کے کہ وہ آزاد رہنا چاہتی ہے، فرانس کے زیر اقتدار کر دیا گیا ہے۔ فلسطین کو جس کی آبادی کا $^{2}/_{3}$ حصّہ مسلمان ہے ایک یہودی نو آبادی قرار دے دیا گیا ہے حالانکہ یہود کی آبادی اس علاقہ میں $^{1}/_{4}$ کے قریب ہے اور یہ آبادی بھی جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹینکا میں لکھا ہے 1878ء سے ہوئی ہے .....یہی حال لبنان کا ہے اس کو فرانس کے زیرِ اقتدار کر دینا بالکل کوئی سبب نہیں رکھتا اور آرمینیا کا آزاد کرنا بھی بے سبب ہے .....اسی طرح سمرنا کو یونان کے حوالہ کرنا بھی خلافِ انصاف ہے کیونکہ کسی مُلک کے صرف ایک شہر میں کسی قوم کی کثرتِ آبادی

اسے اس شہر کی حکومت کا حقدار نہیں بنا دیتی..... تھریس جو ترکوں سے لے کر یونان کو دیا گیا ہے۔ اس کا سبب بھی معلوم نہیں ہوتا ..... غرض میرے نزدیک اس معاہدہ کی کئی شرائط میں حقوق کا اتلاف ہؤا ہے اس لئے جس قدر جلد یورپ اس میں تبدیلی کرے اسی قدر یہ بات اس کی شُہرت اور اس کے اچھے نام کے قیام کا موجب ہو گی''۔[139]

حجاز کی آزادی کے متعلق جماعت احمدیہ کا مطالبہ

اسی طرح جب انگریزوں نے حجاز کی آزادی میں روکیں ڈالنے کی کوشش کی تو اس وقت بھی امام جماعت احمدیہ نے اس کے خلاف آواز بُلند کی چنانچہ 23جون 1921ء کو شملہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کو جو ایڈریس دیا گیا اس میں حجاز کی آزادی کا مسئلہ خاص طور پر پیش کیا گیا۔ اس ایڈریس کے بعض فقرات یہ ہیں:-

''ہمارے نزدیک اس سے بھی زیادہ یہ سوال اہم ہے کہ حجاز کی آزادی میں کسی قسم کا خلل نہیں آنا چاہئے۔ جب حجاز کی آزادی کا سوال پیدا ہؤا تو اُس وقت یہی سوال ہر ایک شخص کے دل میں کھٹک رہا تھا کہ کیا ترکوں سے اس مُلک کو آزاد کرنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ بوجہ بنجر علاقہ ہونے کے وہاں کی آمد کم ہو گی اور حکومت کے چلانے کے لئے ان کو غیر اقوام سے مدد لینی پڑے گی اور اس طرح کوئی یورپین حکومت اس کو مدد دے کر اس کو اپنے حلقۂ اثر میں لے آئے گی۔

نئی خبریں اس شُبہ کو بہت تقویت دینے لگی ہیں۔ ریوٹر[140] نے پچھلے دنوں مسٹر چرچل جو وزیر نوآبادی ہیں ان کی ایک سکیم کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حجاز گورنمنٹ اپنے بیرونی تعلقات کو برٹش گورنمنٹ کی نگرانی میں دے دے اور

اندرون مُلک کے امن کا ذمّہ لے تو گورنمنٹ برطانیہ اس کو سالانہ مالی امداد دیا کرے گی۔ اس سے تین شبے پیدا ہوتے ہیں جن کے ازالہ کی طرف جناب کو فوراً ہوم گورنمنٹ کو توجّہ دلانی چاہئے۔

اوّل۔ یہ سکیم وزیر نو آبادی نے تیار کی ہے جس کا آزاد ممالک سے کوئی تعلق نہیں۔(2) فارن تعلقات کا کسی حکومت کے سپرد کر دینا آزادی کے صریح منافی ہے۔(3) اندرونِ مُلک میں امن کے قیام کی شرط آزادی کے مفہوم کو اَور بھی باطل کر دیتی ہے۔ یہ تو گورنمنٹ کے اصلی کاموں میں سے ہے۔ اس شرط کے سوائے اس کے اور کوئی معنے نہیں ہو سکتے کہ اگر کسی وقت مُلک میں فساد ہو گا تو برطانیہ کی حکومت کا حق ہو گا کہ وہاں کی حکومت کو بدل دے یا وہاں کے انتظام میں دخل دے یا فوجی دخل اندازی کرے اور یقیناً اس قسم کی آزادی کوئی آزادی نہیں یہ پوری ماتحتی ہے اور فرق صرف یہ ہے کہ حکومتِ برطانیہ حجاز پر براہِ راست حکومت نہ کرے گی بلکہ ایک مسلمان سردار کی معرفت حکومت کرے گی اگر حجاز کی حکومت اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتی تو اس کو ترکوں کو اُنہی شرائط پر واپس کر دینا چاہئے جن شرائط پر کہ مسٹر چرچل اسے انگریزی حکومت کے ماتحت رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ جناب اس غلط قدم کے اُٹھانے کے خطرناک نتائج پر ہوم گورنمنٹ کو فوراً توجّہ دلائیں گے اور اس کے نتائج کو جلد شائع فرمائیں گے''۔ **141**

اسی طرح امام جماعت احمدیہ نے 1921ء میں اپنی ایک تقریر میں ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

''ہم نے باوجود بے تعلق اور علیحدہ ہونے کے پھر بھی معاہدۂ ترکی کے بارہ میں اتحادیوں سے جو غلطیاں ہوئی تھیں ان کے

متعلق گورنمنٹ کو مشورہ دیا کہ ان کی اصلاح ہونی چاہئے۔ چنانچہ ان مشوروں کے مطابق ایک حد تک تھریس اور سمرنا کے معاملہ میں پچھلے معاہدہ میں اصلاح بھی کی گئی ہے۔ ہم نے عربوں کے معاملہ میں لکھا کہ وہ غیر قوم اور غیر زبان رکھتے ہیں وہ آزاد رہنا چاہتے ہیں۔ نہ ان کو ترکوں کے ماتحت رکھا جائے نہ اتحادی ان کو اپنے ماتحت رکھیں..... پس ہم سے جس قدر ہو سکتا تھا ہم نے کیا۔ رسالے ہم نے لکھ کر شائع کئے، چٹھیاں میں نے گورنمنٹ کو لکھیں اور جو غلطیاں میں نے گورنمنٹ کو بتائیں گورنمنٹ نے فراخ حوصلگی سے ان میں سے بعض کو تسلیم کیا اور ان کی اصلاح کے متعلق کوشش کرنے کا وعدہ کیا۔ ہم نے ہز ایکسی لینسی گورنر پنجاب کو میموریل بھیجا۔ ہم نے گورنر جنرل کو بھی لکھا۔ ولایت میں اپنے مبلغین کو ترکوں سے ہمدردی اور انصاف کرنے کے متعلق تحریک کرنے کے لئے ہدایت کی، امریکہ میں اپنا مبلغ بھیجا کہ علاوہ تبلیغِ اسلام کے ترکوں کے متعلق جو غلط فہمیاں ان لوگوں میں مشہور ہیں ان کو دُور کرے۔ چنانچہ وہ وہاں علاوہ تبلیغِ اسلام کے یہ کام بھی کر رہا ہے اور کئی اخبارات میں ترکوں کی تائید میں آرٹیکل لکھے گئے ہیں۔ غرض ہماری طرف سے باوجود ترکوں سے بے تعلق ہونے کے محض اسلام کے نام میں شرکت رکھنے کے باعث ان کے لئے اس قدر جدوجہد کی گئی ہے مگر ترکوں نے ہمارے لئے کیا کیا۔ جب ہمارے بعض آدمی ان کے علاقہ میں گئے تو ان کو گرفتار کر لیا گیا''۔ 142

پھر جب شریفِ مکّہ پر ابن سعود نے حملہ کیا تو اس وقت بھی امام جماعت احمدیہ نے ''حج بیت اللہ اور فتنہ حجاز'' کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین شائع فرمایا اس مضمون کے چند فقرات یہ ہیں۔ آپ نے تحریر فرمایا:-

''چونکہ ترکی حکومت کے دور جدید میں عربوں پر سخت ظلم کئے جاتے تھے ان کو اچھے عہدے نہیں دیئے جاتے تھے۔ عربی زبان کو مٹایا جاتا تھا اور عرب قبائل کو جو مدد سلطان عبدالحمید خان کی طرف سے ملتی تھی وہ بند کر دی گئی۔ اس لئے عرب بددل تو پہلے ہی سے ہو رہے تھے بعض شامی امراء اور شریفِ مکّہ کے نمائندوں کے ساتھ تبادلۂ خیالات کے بعد عرب لوگ اس شرط پر اتحادیوں کے ساتھ ملنے کے لئے تیار ہو گئے کہ کُل عرب کی ایک حکومت بنا کر عربوں کو پھر متحد کر دیا جائے گا۔ چونکہ شریفِ مکّہ ہی اس وقت کھلے طور پر لڑ سکتے تھے اس لئے انہی کو امید دلائی گئی اور انہی کو امید پیدا بھی ہوئی کہ وہ سب عرب کے بادشاہ مقرر کر دیئے جائیں گے۔ اس معاہدہ کے بعد شریف حسین شریفِ مکّہ نے اپنے آپ کو اتحادیوں سے ملا دیا اور ترکوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ یہ جون 1916ء میں ہوُا..... عربوں کا اس وقت اتحادیوں کی مدد کے لئے کھڑا ہونا بتاتا ہے کہ وہ نہایت سنجیدگی سے اپنی آزادی حاصل کرنے کے درپے تھے اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتا ہے کہ اتحادیوں کو ان کا مدد دینا انتہائی درجہ کی قُربانی پر مشتمل تھا اور ان کا شکریہ اتحادیوں پر لازم ..... غرض کہ جون 1916ء میں شریف نے ترکوں کے خلاف جنگ شروع کی اور جنگ کے بعد شام کی حکومت امیر فیصل بن شریف حسین کو دے دی گئی۔ فلسطین اور عراق کے درمیان کا علاقہ عبداللہ بن شریف حسین کو اور حجاز کی حکومت خود شریف کے ہاتھ میں آئی۔ اس عرصہ میں فرانس نے شام کا مطالبہ کیا اور انگریزوں نے وہ علاقہ اس کے سپرد کر دیا۔ چونکہ فرانس نہیں چاہتا تھا کہ شام آزادی حاصل کرے اور امیر فیصل کے ارادے اس وقت بہت بُلند تھے۔ وہ ایک متحدہ عرب حکومت کے

خواب دیکھ رہے تھے۔ فرانس کے نمائندوں اور ان میں اختلاف ہوا اور امیر فیصل کو شام چھوڑنا پڑا۔ انگریزوں نے اس کے بدلہ میں ان کو عراق کا بادشاہ بنادیا۔ سیاسی طور پر عرب کی آئندہ امیدوں پر یہ ایک بہت بڑا حربہ تھا کیونکہ شام کی آزادی کا سوال بالکل پیچھے جاپڑا اور شام کی شمولیت کے بغیر عرب کبھی متحد نہیں ہو سکتا تھا..... اس عرصہ میں بعض نئے امور پیدا ہونے شروع ہوئے۔ انگریزی نمائندہ مصر نے شریف مکّہ سے وعدہ کیا تھا کہ عرب کو آزاد ہونے کے بعد ایک حکومت بنادیا جائے گا۔ وہ اس وعدہ کے پورا کرنے پر زور دیتے تھے۔ ادھر عرب تین طاقتوں کے اثر کے نیچے تقسیم ہو چُکا تھا..... شریف کو غصّہ تھا کہ مجھ سے وعدہ خلافی کی گئی ہے..... شریف نے جب دیکھا کہ ادھر انگریز ان کی اس خواہش کو پورا کرنے سے گریز کر رہے ہیں کہ عرب کو ایک حکومت کر دیا جائے..... اور اُدھر عالمِ اسلام ان کے رویّہ کے خلاف ہے تو چونکہ ان کی دیرینہ خواب پوری ہوتی نظر نہ آتی تھی انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ انگریزوں کو ناراض کر لیں گے اور عالم اسلامی کو خوش..... یہ فیصلہ کر کے اُنہوں نے انگریزی معاہدہ پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو انگریزوں سے مدد ملنی بند ہو گئی..... امیر ابن سعود نے یہ دیکھ کر کہ اس سے عمدہ موقع کوئی نہ ملے گا حجاز سے ایک علاقہ کا مطالبہ کیا۔ شریف حسین نے اس علاقے کے دینے سے انکار کر دیا اور وہ جنگ شروع ہو گئی جو اب شروع ہے''۔

آخر میں آپ نے تحریر فرمایا کہ:-

''اگر شریف آئندہ کو اپنی اصلاح کر لیں، ترکوں سے اپنے تعلقات درست کر لیں، وہابیوں پر ظلم چھوڑ دیں بلکہ ان کو کامل

مذہبی آزادی دیں، عالمِ اسلام کی ہمدردی کو حاصل کریں اور عالمِ اسلام بھی ان سے جاہلانہ مطالبات نہ کرے تو ان کے ہاتھ پر عرب کا جمع ہو جانا نسبتاً بہت آسان ہو گا''۔ 143

ان حوالہ جات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ، جب کبھی بھی اسلامی حکومتوں اور اسلامی مفاد کا ٹکراؤ انگریزوں سے ہؤا ہے، اسلامی مُلکوں اور مسلمانوں کی تائید کرتی رہی ہے اور بہت سے کافر کہنے والے علماء اور ان کی جماعتوں سے بھی پیش پیش رہی ہے اس کے باوجود بھی احمدیوں کو مسلمانوں کا دُشمن قرار دینا حد درجہ کا ظلم اور حد درجہ کی بے ایمانی اور حد درجہ کی ڈھٹائی ہے اور یہ کہنا کہ احمدی یہ چاہتے تھے کہ اسلامی مُلک انگریزوں کے قبضے میں آجائیں ایک خطرناک افتراء ہے۔ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔

بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے انگریزوں کی کیوں تعریف کی؟

گو مذکورہ بالا تحریر سے جماعتِ احمدیہ کا رویہ مسلمانوں کے متعلق عموماً اور مسلم حکومتوں کے متعلق خصوصاً واضح ہو جاتا ہے اور درحقیقت کسی مزید تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن پھر بھی ہم ایک امر کو بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مودودی صاحب کو یہ شکوہ ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے انگریزوں کی تعریف بہت جگہ پر کی ہے۔ انگریز کی تعریف کرنا یا کسی اور کی تعریف کرنا اسلامی شریعت کے خلاف نہیں۔ اسلامی شریعت کے خلاف یہ ہے کہ انسان جھوٹ بولے۔ سو جیسا کہ اوپر بیان ہو چُکا ہے جھوٹ بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے نہیں بولا بلکہ ان کے مخالفین نے بولا ہے۔ جس زمانہ میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ پیدا ہوئے اس زمانہ سے پہلے پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی۔ ان کے زمانہ میں انگریزوں کی حکومت تھی اور ان کی وفات کے چالیس سال بعد ہندوستان کے ایک حصّہ میں پاکستان قائم ہؤا اور ایک حصّہ میں ہندوستانی حکومت قائم ہوئی۔ پس بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جو کچھ انگریزی حکومت کے متعلق لکھا ہے اس کے متعلق یہ دیکھنا ضروری ہو گا کہ ان کے سامنے

کون سے حالات تھے جن پر اُنہوں نے اپنا نظریہ قائم کیا۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی تو ان کے سامنے یہ تھا کہ ان کے مُلک میں سکھوں کی حکومت تھی جو اذانوں سے روکتے تھے، نمازوں سے روکتے تھے، دینی تعلیم کے حصول سے روکتے تھے، مسلمانوں کی جائدادوں پر زبردستی قبضہ کر لیتے تھے، ان کی حکومت میں سوائے اکّا دُکّا مسلمانوں کے جن کو ضرورتاً رکھا گیا تھا عام طور پر مسلمانوں کو ملازمتوں میں نہیں رکھا جاتا تھا اور مسلمانوں کی لڑکیاں بعض دفعہ زبردستی چھین لی جاتی تھیں اور ان کے ساتھ حیا سوز سلوک کئے جاتے تھے۔ جب انگریزوں نے سکھوں کی جگہ لی تو اس وقت انگریزوں نے کسی مسلمانوں کی حکومت پر قبضہ نہیں کیا بلکہ سکھوں کی حکومت پر قبضہ کیا۔ پنجاب کے مسلمان کسی اسلامی حکومت کے ماتحت نہیں تھے بلکہ سکھوں کی حکومت کے ماتحت تھے جن کا سلوک اوپر گزر چُکا ہے۔ اس کے مقابلہ میں انگریزوں نے جہاں تک پرسنل لاء کا سوال ہے مسلمانوں کو آزادی دی اور گو پوری طرح انصاف نہیں کیا لیکن پھر بھی ہزاروں مسجدیں جو سکھوں نے چھین لی تھیں واگزار کر دیں۔ ہزاروں ہزار مسلمانوں کے مکانات اُن کو واپس دلائے اور نوکریوں کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے۔ مسجدوں میں اذانوں اور نمازوں کی آزادی حاصل ہوئی اور دینی تعلیم پر سے تمام بندشیں اُٹھالی گئیں۔ مودودی صاحب بتائیں کہ ان حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے آیا بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو انگریزوں کی تعریف کرنی چاہیئے تھی یا کہ مذمت کرنی چاہیئے تھی؟ اگر وہ انگریزوں کی حکومت کی مذمت کرتے تو اس کے معنے یہ تھے کہ وہ سکھ راج کی تائید کرتے ہیں کیونکہ پنجاب میں سکھ راج تھا مسلمانوں کی حکومت نہیں تھی اور اس کے معنے یہ تھے کہ وہ اس بات کو پسند کرتے کہ اذانوں کو بند کر دیا جائے، مسجدوں کو توڑ دیا جائے یا ان میں اصطبل بنادیئے جائیں۔ مسلمانوں کی دینی تعلیم بند کر دی جائے، جہاں بس چلے ان کی لڑکیاں زبردستی چھین لی جائیں اور معمولی معمولی الزاموں پر ان کو قتل کر دیا جائے۔ کیا اگر بانیٔ سلسلہ احمدیہ ایسا کرتے تو مولانا مودودی کے دل کو ٹھنڈک نصیب ہو جاتی۔ کیا ان کو اور ان کے ساتھیوں کو ایسے ہی واقعات سے ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ اگر نہیں تو

مودودی صاحب اور ان کے ساتھی بتائیں کہ اگر بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ایسے ماضی کو دیکھ کر انگریزوں کے زمانہ کی تعریف کی تو قصور کیا کیا؟

اب رہا مستقبل کا سوال۔ مستقبل بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے زمانہ میں صرف یہ تھا کہ ہندو لوگ ہندوستان کو آزادی دلوانے کی جدوجہد کر رہے تھے اور کسی آئندہ حکومت میں مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب کے لئے بھی کوئی تحفظ موجود نہیں تھا۔ یا مسلمان سیاست سے بالکل الگ تھے اور یا پھر کانگریس کے ساتھ شامل تھے۔ اگر وہ حقیقت پوری ہو جاتی تو کیا سارے ہندوستان میں ایسی حکومت نہ قائم ہو جاتی جو موجودہ بھارت حکومت سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی کیونکہ موجودہ بھارت حکومت کے اوپر کئی پابندیاں ہیں۔ اوّل اس معاہدہ کی پابندی جو انہوں نے تقسیم ہندوستان کے وقت مسلمانوں سے کیا۔ دوم ان کے پہلو میں ایک آزاد مسلم حکومت کا وجود مگر باوجود ان پابندیوں کے بھارت میں مسلمانوں پر کئی سختیاں گزر جاتی ہیں۔ گو مولانا مودودی صاحب کی جماعت ان سختیوں کو کڑوا گھونٹ کر کے نہیں بلکہ شربت قرار دے کر پی رہی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بھارت میں کئی قسم کی سختیاں مسلمانوں پر ہو رہی ہیں اور مسلمان آج تک پوری طرح اپنے آپ کو آزاد محسوس نہیں کرتا۔ اگر باہمی کوئی سمجھوتہ نہ ہوتا، اگر بھارت کے پہلو میں پاکستان نہ ہوتا تو مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ گزرنی تھی اس کا خیال کر کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا مودودی صاحب یہ چاہتے ہیں کہ ایسے مستقبل کی تائید بانیٔ سلسلہ احمدیہ کرتے۔ بانیٔ سلسلہ احمدیہ 1908ء میں فوت ہوئے اور پاکستان کا خیال 1930ء، 1931ء میں پیدا ہؤا۔ 1908ء میں فوت ہونے والے انسان پر یہ جُرم لگانا کہ پاکستان کے ذریعہ سے مسلمانوں کا جو مستقبل ہونے والا تھا اس نے اس کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کیوں انگریزی حکومت کے زوال کی خواہش نہ کی کتنا مضحکہ خیز ہے اور پاکستان بننے کا فیصلہ چونکہ 1947ء کے شروع میں ہؤا تھا اس لئے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر مودودی صاحب یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے پاکستان کے خیال کے مجسّم ہونے سے پورے چالیس سال پہلے کیوں پاکستان کے وجود کا اندازہ لگاتے ہوئے

اس کی تائید نہ کی اور انگریزوں کی مذمت نہ کی۔ حالانکہ خود مودودی صاحب کا یہ حال ہے کہ وہ 1947ء تک پاکستان کے مخالف رہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا ارادہ ہی پاکستان آنے کا نہیں تھا۔ وہ جانا چاہتے تھے کلکتہ مگر ایسے حادثات پیش آ گئے کہ مجبوراً انہیں یہاں آنا پڑا اور اس وقت بھی ان کی جو جماعت ہندوستان میں ہے وہ ہندوستانی حکومت کی تعریف اور توصیف میں مشغول ہے مگر مودودی صاحب پاکستان میں آکر پاکستانی حکومت کی مذمت میں مشغول ہیں۔ ایسے حقائق کی موجودگی میں مودودی صاحب کو یہ جرأت کس طرح ہوئی کہ وہ اس قسم کی باتوں کو پیش کر سکیں۔ کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو عقل سے بالکل کورا سمجھتے ہیں؟

بلوچستان کے لوگوں کو احمدی بنانے کا ارادہ

(14) ایک اعتراض اُنہوں نے یہ کیا ہے کہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ نے کہا ہے کہ بلوچستان کے لوگوں کو احمدی بنانے کی کوشش کی جائے کیونکہ BASE کے بغیر تبلیغ نہیں پھیلتی۔ 144

نہ معلوم مولانا کو اس پر کیا اعتراض نظر آیا؟ احمدی جماعت ضرور یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہم نے تبلیغ کرنی ہے جس طرح آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ کرنی ہے۔ آپ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ آپ کی نیّت ہے یا نہیں کہ سارے مسلمانوں کو جماعتِ اسلامی کا فرد اور صالح بنالیا جائے۔ اگر آپ کی نیّت یہ نہیں تو آپ کا ایمان ظاہر ہے اور اگر آپ کی یہ نیّت ہے تو پھر وہی بات اگر احمدی چاہتے ہیں تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟

احمدیوں کو اقلیت بنوانے کا مطالبہ کونسی سیاسی انجیل کا ہے

(15) پھر وہ لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ احمدی تو اپنے آپ کو اقلیت نہیں بنوانا چاہتے۔ پھر ان کو اقلیت بنوانے کا مطالبہ کیوں کیا جاتا ہے اور اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ یہ مسئلہ کون سی سیاسی انجیل کا ہے جب یہ مطالبہ معقول ہے تو پھر اس پر اعتراض کیا۔ 145

مولانا مودودی صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ معقولیت ہی کا نام سیاسی انجیل ہے

جس معقولیت کی بناء پر وہ اپنا مطالبہ پیش کرتے ہیں وہی معقولیت ان کی بات کو ردّ کرتی ہے۔ مولانا مودودی صاحب اپنے اس رسالہ میں اور ان کے ساتھی بعض دوسری تحریروں میں یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ صرف پنجاب اور بہاولپور میں ہی مقبول ہے باقی علاقوں میں اس مطالبہ کی اہمیت عوام پر روشن نہیں ہے اور تعلیم یافتہ طبقہ کی اکثریت نہ پنجاب اور بہاولپور میں اور نہ دوسرے صوبوں میں اس کی ضرورت محسوس کرتی ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ یہ مطالبہ اکثریت کا نہیں اور اکثریت یہ نہیں چاہتی کہ احمدیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ کسی قوم کو اقلیت قرار دینے کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو یہ کہ اکثریت اقلیت سے خائف ہو یا اقلیت اکثریت سے خائف ہو۔ تیسری وجہ ایک مُلک کے باشندوں کو دو حصّوں میں تقسیم کرنے کی کوئی نہیں ہو سکتی۔ پس جب کہ خود مودودی صاحب کے نزدیک اکثریت احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی خواہش مند نہیں اور دوسری طرف احمدیوں کی طرف سے یہ مطالبہ پیش نہیں کہ ان کو اقلیت بنایا جائے کیونکہ ان کو مسلمانوں کی اکثریت سے خوف ہے بلکہ احمدی سمجھتے ہیں کہ اگر کونسلوں میں ان کے نمائندے نہ بھی آئیں تو چونکہ حکومت نے سیاسی امور کا فیصلہ کرنا ہے اور سیاسی امور سارے مُلک کے مشترک ہوتے ہیں اس لئے اگر باقی لوگوں سے مِل کر وہ اپنے آپ کو منتخب نہیں کروا سکتے تو نہ سہی۔ کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنے لئے کونسل نشستوں کا علیحدہ مطالبہ کریں تو بتایئے کہ کونسی وجہ معقول احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی رہ جائے گی۔ پس مودودی صاحب کا حق نہیں کہ وہ یہ سوال کریں کہ احمدیوں کو اقلیت نہ قرار دینے کا مسئلہ کونسی سیاسی انجیل کا ہے بلکہ باشندگانِ پاکستان کا حق ہے کہ وہ مودودی صاحب سے مطالبہ کریں کہ احمدیوں کو اقلیت بنوانے کا مطالبہ کونسی سیاسی انجیل کا ہے؟

یہ بالکل غلط ہے کہ مسلمانوں کا حصّہ قرار پانے کی وجہ سے احمدیت کی تبلیغ پھیلی

(16) آخر میں مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا حصّہ قرار پانے

کی وجہ سے احمدیت کی تبلیغ پھیلتی چلی گئی۔ **146**

یعنی چونکہ احمدی مسلمان کہلاتے تھے اس لئے ان کی تبلیغ پھیلتی گئی۔ یہ بھی سخت خلافِ واقعہ امر ہے۔ ہندوستان میں چالیس لاکھ عیسائی ہیں جن میں سے چار پانچ لاکھ مسلمان سے عیسائی ہوا ہے۔ اسی طرح مصر، شام، فلپائن، انڈونیشیا، برٹش بورنیو اور افریقہ میں پچاس لاکھ کے قریب مسلمان عیسائی ہوا ہے۔ جماعت احمدیہ کی تو ساری تعداد چار پانچ لاکھ ہے۔ اگر احمدیوں کے مسلمانوں کا حصّہ قرار پانے کی وجہ سے احمدیت کی تبلیغ پھیلتی چلی گئی تو یہ جو پونے کروڑ کے قریب مسلمان عیسائی ہو چُکا ہے کیا وہ بھی عیسائیوں کے مسلمان کہلانے کی وجہ سے ہوا تھا؟ مودودی صاحب مسلمانوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کہلا کر ان کے عقائد بگاڑے تو وہ بگڑ سکتے ہیں لیکن اگر اسی مبلغ کو زبردستی غیر مسلم کہا جائے تو پھر مسلمان محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ بات سچ ہے تو بہائیوں کے دعویٰ کے مطابق پندرہ بیس لاکھ ایرانی اور عرب بہائی ہو چُکا ہے۔ وہ کیوں بہائی ہو گئے تھے؟ بہائیوں کو تو اسلام کا لیبل نہیں لگا ہوا۔ پھر افریقہ اور ایشیا کے مختلف مُلکوں میں پونے کروڑ کے قریب مسلمان عیسائی ہو گیا ہے، وہ کیوں عیسائی ہو گیا ہے؟ عیسائیت پر تو اسلام کا لیبل نہیں لگا ہوا۔ صاف بات ہے کہ وہ لوگ اس لئے عیسائی ہو گئے اور اس لئے بہائی ہوئے کہ ان کی صحیح تربیت نہیں کی گئی تھی۔ ان کو اسلام کی صحیح تعلیم نہیں بتائی گئی تھی اور جب تک کسی قوم کی صحیح تربیت نہ ہو اور ان کو اپنے مذہب کی صحیح تعلیم نہ دی جائے۔ وہ دوسرے مذہب کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ احمدیت کے یورپ میں پھیلنے میں بڑی روک یہی ہے کہ احمدی مسلمان کہلاتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کے دلوں میں سخت جذبۂ نفرت پیدا کیا گیا ہے۔ جماعت احمدیہ کو متواتر یورپین مستشرقین نے کہا ہے کہ تم اسلام کا نام چھوڑ دو پھر دیکھو کہ تمہاری تبلیغ عیسائیوں میں کثرت سے پھیلنے لگ جائے گی جس طرح بہائیوں کی تبلیغ ان میں پھیل رہی ہے مگر ہم نے کبھی اس کو برداشت نہیں کیا کیونکہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان رہنا چاہتے ہیں اور اسلام میں ہی

اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ پس یہ بالکل جھوٹ ہے کہ مسلمان کہلانے کی وجہ سے احمدیہ جماعت پھیلی۔ احمدیوں سے بیسیوں گُنے زیادہ مسلمان غیر مسلم کہلانے والی قوموں میں شامل ہوئے اور غیر مسلم اقوام میں احمدیہ اشاعت کے راستہ میں یہی روک رہی کہ وہ احمدی مسلمان کہلاتے ہیں۔

فوج، پولیس اور عدالت میں احمدیوں کی بھرتی کے متعلق غلط بیانی

(17) اس کے بعد مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ انگریزی حکومت کی منظورِ نظر بن کر جماعت احمدیہ فوج، پولیس اور عدالت میں اپنے آدمی دھڑا دھڑ بھرتی کراتی چلی گئی اور یہ سب کچھ اس نے مسلمان بن کر مسلمانوں کی ملازمت کے کوٹہ سے حاصل کیا۔**147**

یہ سراسر غلط بیانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیشہ ہی انگریزی حکومت کی طرف سے مسلمانوں کے پروپیگنڈا کی وجہ سے احمدیوں پر ظلم ہؤا ہے۔ چنانچہ ہم اس کے ثبوت میں دو واقعات شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں جو امام جماعت احمدیہ اپنے بعض خطبات میں بھی بیان فرما چکے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:-

> ''1917ء کا واقعہ ہے۔ مَیں نے شملہ یا دہلی میں چودھری سر ظفر اللہ خاں صاحب کو ایڈجوٹینٹ جنرل یا ایسے ہی کسی اور بڑے افسر کے پاس ایک کیس کے سلسلہ میں بھیجا۔ کیس یہ تھا کہ ایک احمدی پر فوج میں سختی کی گئی اور پھر باوجود یہ تسلیم کر لینے کے کہ قصور اس کا نہیں اسے فوج سے بِلا وجہ نکال دیا گیا تھا۔ اس کیس کے متعلق بات کرنے کے لئے مَیں نے چوہدری صاحب کو اس افسر کے پاس بھیجا۔ چوہدری صاحب نے اس سے جا کر کہا کہ دیکھئے کتنے ظلم کی بات ہے کہ جس شخص کے متعلق یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور مظلوم ہے اس کو بِلا وجہ فوج سے نکال دیا گیا ہے۔ حالانکہ ہماری جماعت ایسی ہے جو مُلک کی خدمت کے لئے کام کرتی ہے، روپیہ کی غرض سے

نہیں۔ وہ فوجی افسر ساری بات سُننے کے بعد کہنے لگا کہ مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ آپ کی جماعت مُلک کی خدمت کی خاطر فوج میں کام کرتی ہے اور مَیں جانتا ہوں کہ اس جماعت کے اندر حُب الوطنی کا جذبہ پایا جاتا ہے اور اسی جذبہ کے ماتحت یہ جماعت کام کرتی ہے، روپیہ کی خاطر کام نہیں کرتی..... اور مَیں اس بات کو بھی سمجھتا ہوں کہ دوسروں پر اتنا اعتماد نہیں کیا جاسکتا جتنا کہ آپ کی جماعت پر ہمیں اعتماد ہے لیکن ایک بات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں آپ اس کا جواب دیں اور وہ بات یہ ہے کہ ہندوستان کی حفاظت کے لئے اس وقت اڑھائی تین لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ اگر ہم آپ کے ایک آدمی کی خاطر اور اس کے حق بجانب ہونے کی بناء پر دوسروں کو خفا کرلیں اور وہ ناراض ہو کر کہہ دیں کہ ہم فوج میں کام نہیں کرتے ہمیں فارغ کر دیں تو کیا آپ کی جماعت اڑھائی تین لاکھ فوج مُلک کی حفاظت کے لئے مہیّا کرکے دے سکتی ہے۔ اگر یہ ممکن ہے تو پھر آپ کی بات پر غور کیا جاسکتا ہے اور اگر یہ بات آپ کے نزدیک بھی ناممکن ہے تو بتایئے ہم آپ کی جماعت کی دلداری کی خاطر سارے ہندوستان کی حفاظت کو کس طرح نظر انداز کرسکتے ہیں؟..... پس ہماری یہ حالت ہے کہ ہمارے اپنے مُلک میں بھی ہماری بات کو کوئی وقعت نہیں دی جاتی۔ حکومت جو تمام رعایا سے یکساں سلوک کا دعویٰ کرتی ہے وہ بھی بعض دفعہ افسروں کی مخالفت کی وجہ سے اور بسا اوقات اس وجہ سے ہمارا ساتھ دینے سے انکار کر دیتی ہے کہ ہمارا ساتھ دینا حکومت کے لئے ضعف کا موجب ہو گا اور وہ نہیں چاہتی کہ جماعت کی بات کو مان کر مُلک کی اکثریت کو ناراض کرے‘‘۔ **148**

اسی قسم کا ایک واقعہ 1947ء میں بھی ہوُا۔ یہ واقعہ بھی حضرت امام جماعت احمدیہ

اپنی ایک تقریر میں بیان فرما چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا:-

’’ہمارا ایک احمدی دوست فوج میں ملازم ہے۔ باوجودیکہ اس کے خلاف ایک بھی ریمارک نہ تھا اور دوسری طرف ایک سکھ کے خلاف چار ریمارکس تھے۔ اس سکھ کو اوپر کر دیا گیا اور احمدی کو نیچے گرا دیا گیا۔ جب وہ احمدی انگریز کمانڈر کے پاس پہنچا اور اپنا واقعہ بیان کیا تو اُس نے کہا واقعی تمہارے ساتھ ظلم ہوا ہے تم درخواست لکھ کر میرے پاس لاؤ لیکن جب وہ احمدی درخواست لے کر انگریز افسر کے پاس پہنچا تو اُس نے درخواست اپنے پاس رکھ لی اور اُسے اوپر نہ بھجوایا۔ کئی دن کے بعد جب دفتر سے پتہ لیا گیا کہ آخر وجہ کیا ہے کہ درخواست کو اُوپر بھجوایا نہیں گیا تو دفتر والوں نے بتایا کہ اصل بات یہ ہے کہ شملہ سے آرڈر آگیا ہے کہ کوئی اپیل اس کے خلاف اُوپر نہ بھجوائی جائے‘‘۔ 149

مولانا مودودی صاحب نے یہ دعویٰ کرتے ہوئے واقعات کو دیکھا تک نہیں کیونکہ شاید صالحین کے لئے واقعات کی جانچ پڑتال ضروری نہیں ہے۔ وہ بتائیں تو سہی کہ کتنے احمدی کس کس ملازمت میں ہیں اور وہ کس بناء پر ہیں یعنی آیا وہ انتخاب میں آئے ہیں۔ امتحان میں پاس ہوئے ہیں یا رعایت سے لئے گئے ہیں۔ اگر ثابت ہو جائے کہ احمدی باوجود نالائق ہونے کے رعایتاً کسی ملازمت میں لے لئے گئے ہیں یا مسلمانوں کی ملازمتوں کے معتدبہ حصّہ پر قابض ہیں تو پھر تو کوئی بات اعتراض کی بنتی ہے اور اگر یہ دونوں باتیں جھوٹی ہیں تو جھوٹ سے اسلام کی تائید نہیں ہو سکتی۔ اسلام بدنام ضرور ہو سکتا ہے۔

مولانا مودودی اور ان کے رفقاء کار علماء کو چیلنج

ابھی گزشتہ دنوں مولانا مودودی کے ساتھی علماء نے شور مچایا تھا کہ احمدی پاکستان کی فوج پر قابض ہو گئے ہیں۔ ہم مولانا اور

ان کے رفقاء کار علماء کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ یہی ثابت کر دیں کہ احمدی پانچ فیصدی ملازمتوں پر قابض ہیں۔ چلو ہم اس سے اُتر کر مولانا کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ثابت کر دیں کہ احمدی ایک فیصدی ملازمتوں پر قابض ہیں کسی ادارے میں وہ کسی وجہ سے زیادہ آگئے ہیں اور کسی ادارے میں وہ بالکل نہیں ہیں یا نہ ہونے کے برابر ہیں۔ دیکھنا تو مجموعی تعداد کو چاہئے اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مجموعی تعداد کے لحاظ سے احمدیوں کی تعداد ہرگز اتنی زیادہ نہیں جو قابلِ اعتراض ہو یا ہرگز احمدی قابلِ اعتراض ذرائع سے ملازمتوں میں نہیں آئے۔

مولانا مودودی کے مزعومہ مسلم اکابر اور علماء کے جھوٹ

مولانا کے مزعومہ مسلم اکابر اور علماء تو اتنا جھوٹ بولتے رہے ہیں کہ فرقان فورس جو احمدیوں نے کشمیر کی لڑائی میں شامل ہونے کے لئے بنائی تھی اس کے متعلق پبلک میں اور اخباروں کے ذریعے سے وہ یہ اعلان کرتے رہے ہیں کہ وہ کروڑوں روپیہ کا سامانِ جنگ چرا کر لے گئی ہے چنانچہ اخبار ''آزاد'' (11 ستمبر 1952ء صفحہ 6) اور رسالہ ''نمک حراموں کے کارنامے'' میں لکھا گیا کہ مکمل فوجی وردیاں ادنیٰ سپاہی سے لے کر اعلیٰ افسروں تک کی چھ سو، تھری ناٹ تھری کی رائفلیں 599، مشین گن 20، مارٹر بمبز 226، گولیاں (21110) اکیس ہزار ایک سو دس، چھتیس سائز کے بہتّر گرنیڈ بمب اور ''اس کے علاوہ گولی بارود، دستی بمب، سنگینیں اور بہت سا دوسرا نہایت قیمتی اور اہم سامان مثلاً وائرلیس سیٹ بمعہ چارجنگ انجن چارجنگ سیٹ اور بیٹری وغیرہ نیز بے شمار وردیاں اور دیگر سامان جو کروڑوں روپے کی مالیت کا ہوتا ہے یہ ہضم کئے بیٹھے ہیں''۔

حالانکہ جو سامانِ جنگ چرایا جانا بیان کیا جاتا ہے اس کا چوتھا حصّہ بھی کبھی احمدیہ کمپنی (یعنی فرقان بٹالین) کو نہیں دیا گیا اور پھر احمدیوں کے پاس فوجی افسروں کی تحریر موجود ہے کہ سارا سامانِ جنگ جو ہم نے ان کو دیا تھا واپس لے لیا ہے۔ چنانچہ اس رسید کے الفاظ یہ ہیں:-

''تمام چیزیں جو آرڈی نینس سٹور سے دی گئی تھیں یعنی ہتھیار، بارود، خیمے، سامانِ دیگر اور بستر وغیرہ وغیرہ سب کا سب K.A.21 بٹیلین یعنی فرقان سے واپس لے لیا گیا اور راولپنڈی سنٹرل ڈپو کو واپس کیا گیا۔ اب سرٹیفکیٹ دیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کی کوئی چیز اب فرقان فورس سے قابلِ وصول نہیں۔ دستخط D.A.D.O.S.A.K میجر Co-ord Dated 20 june 1950''۔

کیا مولانا اس رسید کو پڑھ کر لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کہہ کر جھوٹ بولنے والے کے لئے دُعا کریں گے؟

پھر مولوی عطاء اللہ صاحب بخاری نے 11 مئی 1952ء کو لائل پور میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:-

''مرزائیوں کے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے بھارت کی سرحد پر ریاست بہاولپور میں اسّی ہزار مربع زمین حاصل کر رکھی ہے اور اسی طرح سر محمد ظفر اللہ نے اسّی ہزار ایکڑ زمین بہاولپور کی ہندوستانی سرحد پر حاصل کر رکھی ہے جس سے ان کے عزائم کا پتہ چلتا ہے''۔ **150**

حالانکہ یہ سراسر جھوٹ اور افتراء ہے۔ ایک فیصدی بھی اس میں سچ نہیں۔ کیا اس قسم کے جھوٹ بول کر اسلام کی تائید کرنا مدِّنظر ہے؟ کیا اسلام بغیر جھوٹ کے ترقی نہیں کر سکتا۔

مولانا مودودی اور ان کے ساتھی اگر سچے ہیں تو میدان میں آئیں اور اپنے الزامات ثابت کریں۔

مولانا مودودی نے بھی اس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ قادیانیوں کی جتھہ بندی سرکاری دفاتر کے علاوہ تجارت، صنعت اور زراعت میں بھی مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہے۔ **151**

زراعت اور تجارت و صنعت میں تفرقہ پیدا کرنا ایک معمہ ہے جسے مولانا ہی حل کر سکتے ہیں۔ صرف اس کے یہ معنے ہماری سمجھ میں آسکتے ہیں کہ دوسروں کے حصّہ پر اُنہوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ ہم مولانا کو قسم دیتے ہیں اس خدائے وحدہٗ لاشریک کی جس کے ہاتھ میں اُن کی جان ہے کہ اگر وہ اور اُن کے ساتھی ان الزاموں میں سچے ہیں تو وہ میدان میں آئیں اور اپنے ثبوت پیش کریں ورنہ کم سے کم لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کہتے ہوئے اعلان کریں کہ احمدیوں نے دوسرے فرقوں کی زمینوں، تجارتوں اور کارخانوں پر قبضہ کر لیا ہے اور ہم بھی اسی وحدہٗ لاشریک کی قسم کھا کر کہیں گے جس کے ہاتھ میں ہماری جان ہے کہ یہ الزامات بالکل جھوٹے ہیں اور اگر ہم ان میں جھوٹ بول رہے ہیں تو خدا کی لعنت ہم پر اور ہماری اولادوں پر ہو۔ اس کے سوا ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ اگر اس کے باوجود کوئی شخص ان الزامات سے باز نہیں آتا تو ہم اس کا معاملہ خدا پر چھوڑتے ہیں اور اس سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ حق اور انصاف کی تائید کرے اور جھوٹے اشتعال دلانے والوں اور غلط بیانیوں سے بدنام کرنے والوں کا خود ہی علاج ہو۔

آخری خطاب

مولانا مودودی صاحب نے ''قادیانی مسئلہ'' لکھ کر مُلک میں خطرناک تفرقہ اور انتشار پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ جہاں تک مولانا مودودی صاحب کے اپنے مفاد کا سوال ہے اس کے مطابق تو یہ کوشش بالکل جائز اور درست ہے کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں صاف لکھ چکے ہیں کہ صالح جماعت کا یہ فرض ہے کہ ہر ذریعہ سے حکومت پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے کیونکہ حکومت پر قبضہ کئے بغیر کوئی پروگرام مُلک میں جاری نہیں ہو سکتا لیکن جہاں تک مسلمانوں کے مفاد اور اُمّتِ مسلمہ کے مفاد کا سوال ہے یقیناً یہ کوشش نہایت ناپسندیدہ اور خلافِ عقل ہے۔ مسلمان جن خطرناک حالات میں سے اس وقت گزر رہے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے اس وقت ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ متحد کرنے اور مسلمانوں کی سیاسی ضرورتوں کے متعلق زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ بغیر اتحاد کے اس وقت مسلمان سیاسی دُنیا میں سر نہیں اُٹھا سکتا۔ اس وقت بیسیوں ایسے علاقے

موجود ہیں جن کی آبادی مسلمان ہے، جو سیاسی طور پر آزاد ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن باوجود اس کے وہ آزاد نہیں۔ وہ غیر مسلموں کے قبضہ میں ہیں اور بیسیوں ایسے ممالک اور علاقے موجود ہیں جہاں کے مسلمان موجودہ حالات میں علیحدہ سیاسی وجود بننے کے قابل نہیں ہیں لیکن انہیں ایسی آزادی بھی حاصل نہیں جو کسی مُلک کے اچھے شہری کو حاصل ہو سکتی ہے اور ہونی چاہئے بلکہ ان کے ساتھ غلاموں کا سا سلوک کیا جاتا ہے اور انہیں معزز شہریوں کی حیثیت حاصل نہیں ہے اور جو علاقے مسلمانوں کے آزاد ہیں اُنہوں نے بھی ابھی پوری طاقت حاصل نہیں کی بلکہ وہ تیسرے درجہ کی طاقتیں کہلا سکتے ہیں۔ دُنیا کی زبردست طاقتوں کے مقابلہ میں ان کو کوئی حیثیت حاصل نہیں۔ حالانکہ ایک زمانہ وہ تھا جب مسلمان ساری دُنیا پر حاکم تھا۔ جب مسلمان پر ظلم کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ مسلمان پر ظلم کرنے کے نتیجہ میں ساری دُنیا میں شور پڑ جاتا تھا لیکن آج عیسائی پر ظلم کرنے سے تو ساری دُنیا میں شور پڑ سکتا ہے مسلمان پر ظلم کرنے سے ساری دُنیا میں شور نہیں پڑ سکتا۔ عیسائی کسی مُلک میں بھی رہتا ہو اگر اس پر ظلم کیا جائے تو عیسائی حکومتیں اس میں دخل دینا اپنا سیاسی حق قرار دیتی ہیں لیکن اگر کسی مسلمان پر غیر مسلم حکومت ظلم کرتی ہے اور مسلمان احتجاج کرتے ہیں تو انہیں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ غیر ملکوں کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دیا جا سکتا۔ گویا عیسائیت کی طاقت کی وجہ سے عیسائیوں کے لئے اَور سیاسی اصول کار فرما ہیں لیکن مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے سیاسی دُنیا ان کے لئے اَور اصول تجویز کرتی ہے۔ ایسے زمانہ میں مسلمانوں کا متفق اور متحد ہونا نہایت ضروری ہے اور چھوٹی اور بڑی جماعت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہئے۔ الیکشن میں ممبر کو اپنے جیتنے کی سچی خواہش ہوتی ہے اور وہ ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کے پاس بھی جاتا ہے اور اس کا ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مسلمان حکومتوں کا معاملہ الیکشن جیتنے کی خواہش سے کم نہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہم کو اس معاملہ میں چھوٹی جماعتوں کی ضرورت نہیں وہ صرف یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کو اسلامی حکومتوں کے طاقتور بنانے کی اتنی بھی خواہش نہیں جتنی ایک الیکشن لڑنے والے کو اپنے جیتنے کی خواہش ہوتی ہے۔ پس

وہ سچی خیر خواہی کا نہ مفہوم سمجھتا ہے اور نہ اس کو مسلمانوں سے سچی خیر خواہی ہے۔ پس مودودی صاحب نے ’’قادیانی مسئلہ‘‘ لکھ کر قادیانی جماعت کا بھانڈا نہیں پھوڑا۔ اپنی اسلامی محبت کا بھانڈا پھوڑا ہے اور اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کا پردہ فاش کیا ہے۔ کاش وہ اسلام کی گزشتہ ہزار سال کی تاریخ دیکھتے اور انہیں یہ معلوم ہوتا کہ کس طرح مسلمانوں کو پھاڑ پھاڑ کر اسلام کو تباہ کیا گیا ہے اور پھاڑنے کے یہ معنے نہیں تھے کہ ان میں اختلافِ عقیدہ پیدا کیا گیا تھا کیونکہ اختلافِ عقیدہ کبھی بھی فتنہ پردازوں نے پیدا نہیں کیا بلکہ اختلافِ عقیدہ علماء وفقہاء کی دیدہ ریزیوں کا نتیجہ تھا۔ پھاڑنے کے معنے یہ تھے کہ اختلافِ عقیدہ کی بناء پر بعض جماعتوں کو الگ کر کے اسلام کو نقصان پہنچایا گیا تھا۔ تاریخ موجود ہے ہر آدمی اس کی ورق گردانی کر کے اس نتیجہ کی صحت کو سمجھ سکتا ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مسئلہ کا حل اس طرح نہیں کیا جاسکتا جو مولانا مودودی صاحب نے تجویز کیا ہے۔ یعنی پہلے تو احمدیوں کو اسلام سے خارج کر کے ایک علیحدہ اقلیت قرار دے دیا جائے اور پھر وہ سلسلہ شروع ہو جائے جو ایک ہزار سال سے اسلام میں چلا آیا ہے یعنی پھر آغاخانیوں کو اسلام سے خارج کیا جائے، پھر بوہروں کو اسلام سے خارج کیا جائے، پھر شیعوں کو اسلام سے خارج کیا جائے، پھر اہلحدیث کو اسلام سے خارج کیا جائے، پھر بریلویوں کو اسلام سے خارج کیا جائے، پھر دیوبندیوں کو اسلام سے خارج کیا جائے اور پھر مولانا مودودی کے اتباع کی حکومت قائم کی جائے۔ مولانا مودودی کے اتباع کی حکومت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقیناً نہیں بنے گی لیکن پھر ایک دفعہ دُنیا میں وہی تباہی کا دور شروع ہو جائے گا جو گزشتہ ایک ہزار سال تک مسلمانوں میں جاری رہا اور وہ طاقت جو پچھلے پچیس سال میں مسلمانوں نے حاصل کی ہے بالکل جاتی رہے گی اور مسلمان پھر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگ جائیں گے اور جماعت اسلامی کے پیرو اپنے دل میں خوش ہوں گے کہ ہماری حکومت قائم ہو رہی ہے لیکن ایسا تو نہ ہو گا۔ ہاں اسلامی حکومتیں کمزور ہو کر پھر ایک تر لقمہ کی صورت میں یا تو روس کے حلق میں جا پڑیں گی یا مغربی حکومتوں کے گلے میں جا پڑیں گی۔ خدا اسلام کے بدخواہوں کا منہ کالا کرے اور اسلام کو اس روزِ بد کے

دیکھنے سے محفوظ رکھے۔

مولانا مودودی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس کے بجائے صحیح طریقہ مُلک میں امن قائم کرنے کا یہ ہے کہ:-

(1) اسلام کی طرف منسوب ہونے والے مختلف فرقے خواہ اپنے اپنے مخصوص نظریات کے ماتحت دوسرے فرقوں کے متعلق مذہبی لحاظ سے کچھ ہی خیال رکھتے ہوں یعنی خواہ اُنہیں سچّا مسلمان سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں مسلمانوں کے ملّی اتحاد کی خاطر اور اسلام کو فرقہ وارانہ انتشار سے بچانے کی غرض سے ان سب کو کلمۂ طیبہ کی ظاہری حد بندی کے ماتحت بِلا استثناء مسلمان تسلیم کیا جائے اور اس میں شیعہ، سُنّی، اہلِ حدیث، اہلِ قرآن، اہلِ ظاہر، اہلِ باطن، حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی، احمدی اور غیر احمدی میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔

(2) اگر اس ایک ہی صحیح طریق کو استعمال نہیں کرنا جس کے بغیر مسلمانوں کو ترقی حاصل نہیں ہو سکتی تو پھر احمدیوں کو اقلیت قرار دینے سے کچھ نہیں بنتا کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا دُشمن ہو رہا ہے اور اسلام کی خیر خواہی دلوں میں نہیں ہے۔ صرف اپنے فرقوں کی خیر خواہی دلوں میں ہے۔ اس لئے یہ آپریشن صرف احمدیت پر ختم نہیں ہو جائے گا۔ احمدیت پر تجربہ کر لینے والا ڈاکٹر بعد میں دوسرے فرقوں پر اس نسخہ کو آزمائے گا۔ پس ایک ہی دفعہ یہ فیصلہ کر دینا چاہئے کہ اس اسلامی حکومت میں فلاں فرقہ کے لوگ رہ سکتے ہیں دوسروں کے لئے گنجائش نہیں تا کہ باقی سب فرقے ابھی سے اپنے مستقبل کے متعلق غور کر لیں اور دُنیا کو بھی معلوم ہو جائے کہ علماءِ پاکستان کس قسم کی حکومت یہاں قائم کرنا چاہتے ہیں۔

(3) اور اگر یہ نہیں کرنا اور واقع میں یہ ایک خطرناک بات ہے تو پھر ہم تمام مسلمانوں سے اپیل کریں گے کہ وہ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کی بجائے مولوی صاحبان کے دل میں تقویٰ اور خشیت اللہ کی روح پیدا کرنے کی کوشش کریں اور ان کو یہ سبق سکھائیں کہ عدل اور انصاف اور رواداری کا طریق سب سے بہتر طریق ہے اور اسلام کی خدمت

کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ جب ان کے استاد علماء کی حالت خراب ہو گئی ہے تو شاگرد ہی استادی کی کرسی پر بیٹھیں اور اپنے سابق اساتذہ کو ان کے فرائض کی طرف توجّہ دلائیں کہ اسلام مزید ضُعف اور تباہی سے بچ جائے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا ہاتھ پکڑ لے اور ان کی اسی طرح مدد کرے جس طرح ابتدائی تین سو سال میں اس نے مسلمانوں کی مدد کی تھی۔ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ۔

وَاٰخِرُدَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(شائع کردہ ''دار التجلید'' نمبر 14 ملکانی محل فریئر ڈپوسٹ بکس نمبر 7215 کراچی)

1: رپورٹ مطبوعہ 17 جنوری 1953ء اخبار ''تسنیم'' متعلق جماعت اسلامی

2: کوثر 25 جنوری 1953ء

3: قادیانی مسئلہ صفحہ 21 مطبوعہ 1992ء دار الاشاعت اسلامی لاہور

4: قادیانی مسئلہ صفحہ 54 مطبوعہ 1992ء مطبوعہ دار الاشاعت اسلامی لاہور

5: در منثور جلد 5 صفحہ 386 الطبعة الاولیٰ 1990ء مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان

6: مسلم کتاب الایمان باب من مات لا یشرك باللّٰه شیئًا دخل الجنة

7: مسلم کتاب فضائل الصحابه باب من فضائل علی ابن ابی طالب

8: فتوحات مکیہ جلد 2 باب 73 صفحہ 6 مطبوعہ بیروت 1998ء

9: الدر المنثور زیر آیت خاتم النّبیّین صفحہ 386 الطبعۃ الاولیٰ 1990ء مطبع دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان

10: تاریخ ابن خلدون الجزء الثانی صفحہ 65 زیر عنوان خَبَرُ الثَّقِیْفَۃ

11: طبری جلد 4 صفحہ 1749۔ مطبوعہ بیروت 1965ء

12: تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 177

13: تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 217۔ مطبوعہ بیروت 1283ھ

14: طبری جلد 4 صفحہ 1853، 1854۔ مطبوعہ بیروت 1965ء

15: طبری جلد4 صفحہ 1854، 1855۔ مطبوعہ بیروت 1965ء
16: تاریخ الکامل جلد2 صفحہ 140
17: تفسیر روح المعانی زیر آیت خاتم النّبیّین جلد 12 صفحہ 34۔ مکتبہ امدادیہ ملتان 1267ھ
18: قرآن مجید مترجم ومحشّی مطبوعہ مدینہ پریس بجنور صفحہ 549۔1369ھ
19: تحذیر الناس صفحہ 10۔ مطبوعہ سہارنپور 1309ھ
20: مقدمہ ابن خلدون صفحہ 271، 272 مطبوعہ مصر 1930ء
21: الجامع الصغیر صفحہ 352 مطبوعہ بیروت 1423ھ
22: مکتوبات امام ربّانی دفتر اوّل حصّہ چہارم صفحہ 138۔ مطبوعہ 1330ھ
23: مکتوبات امام ربّانی دفتر اوّل حصّہ چہارم مکتوب 248 صفحہ 49 مطبوعہ لاہور 1330ھ
24: حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 صفحہ 29، 30
25: ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد18 صفحہ 209
26: کشتی نوح، روحانی خزائن جلد19 صفحہ 15، 16
27: تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن جلد20 صفحہ 411، 412
28: ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی، روحانی خزائن جلد19 صفحہ 213، 214
29: حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد22 صفحہ 100 حاشیہ
30: تقریر واجب الاعلان متعلق واقعات جلسہ بحث منعقدہ جامع مسجد دہلی مورخہ 20 اکتوبر 1891ء
31: الحجر: 3
32: ابن ماجه كتاب الجنائز باب ما جاء فی الصلاة على ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم و ذكر وفاته
33: حٰمٓ السجدة : 31
34: ابن ماجه كتاب الفتن باب الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

35: مثنوی مولانا روم دفتر پنجم صفحہ 67
36: مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ باب فی تارك الصلوٰۃ حدیث نمبر 1634 جزء 2 صفحہ 26 مطبوعہ 1994ء
37: خطبات از مودودی صاحب صفحہ 32، 33 مطبوعہ مارچ 1935ء
38: تذکرہ صفحہ 47۔ ایڈیشن چہارم
39: تذکرہ صفحہ 577۔ ایڈیشن چہارم
40: حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 123
41: تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 433
42: فتوی 1892ء از مولوی عبدالحق غزنوی منقول از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 7 صفحہ 204
43: فتویٰ 1892ء از مسعود دہلوی سجادہ نشین رتہڑ چھتڑ منقول از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 6 صفحہ 189
44: فتویٰ 1892ء از مولوی عبدالحق مؤلّف تفسیر حقانی منقول از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 6 صفحہ 89
45: فتویٰ 1892ء از مولوی محمد اسمٰعیل منقول از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 6 صفحہ 191
46: فتویٰ 1892ء از مولوی فقیر اللہ منقول از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 6 صفحہ 187
47: فتویٰ 1892ء از مولوی محمد لطیف اللہ منقول از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 6 صفحہ 190
48: فتویٰ 1892ء از مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی منقول از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 5
49: فتویٰ 1892ء از مولوی عبدالصمد غزنوی منقول از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 7 صفحہ 201
50: اشاعۃ السنہ 1893ء جلد 18 نمبر 1 تا 6

51: مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لأ خیه المسلم .....
52: استفتائے ضروری صفحہ 37
53: استفتائے ضروری صفحہ 40
54: استفتائے ضروری صفحہ 9
55: ٹریکٹ ''مودودیت اور مرزائیت'' صفحہ 2
56: نوائے وقت 28 ستمبر 1948ء
57: استفتائے ضروری صفحہ 23
58: فتویٰ شائع کردہ محمد عبدالشکور مدیر ''النجم'' لکھنؤ
59: محمد مرتضیٰ حسن ناظم شعبہ تعلیمات دارالعلوم دیوبند۔ منقول از فتویٰ شائع کردہ مدیر ''النجم'' لکھنؤ
60: ردّالرفضہ صفحہ 30 مطبوعہ ملتان
61: اردو ترجمہ فتاوٰی عزیزی صفحہ 377 مطبوعہ کراچی 1969ء
62: فتاویٰ عالمگیریہ جلد 2 صفحہ 283 مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور
63: الصافی فی شرح الاصول الکافی جزو سوم باب فرض الطاعۃ الائمہ صفحہ 61 مطبوعہ نولکشور
64: حدیقۂ شہداء صفحہ 65
65: فروع الکافی کتاب الجنائز جلد اوّل صفحہ 100۔ مطبوعہ 1302ھ
66: ردّالتکفیر صفحہ 11
67: حسام الحرمین صفحہ 122۔ مطبوعہ نظامی پریس بدآیوں 1371ھ
68: تین سَو علماء کا متفقہ فتویٰ مطبوعہ حسن برقی پریس اشتیاق منزل لکھنؤ
69: فتویٰ علماء کرام مشتہرہ دراشتہار شیخ مہر محمد قادری لکھنؤ
70: جامع الشواھد فی اخراج الوھابیین عن المساجد صفحہ 1
71: مجموعہ فتاویٰ صفحہ 54، 55

72: تاریخ الخوارج تالیف الشیخ محمد شریف سلیم صفحہ 14
73: قادیانی مسئلہ صفحہ 26،27
74: خطبات از مودودی صاحب صفحہ 32 مطبوعہ مارچ 1965ء
75: مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ایڈیشن سوم صفحہ 80
76: قادیانی مسئلہ صفحہ 15
77: اربعین، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 417، حاشیہ
78: فتویٰ مطبوعہ 1892ء منقول از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 6 صفحہ 185
79،80: شرعی فیصلہ صفحہ 31
81: فتویٰ شریعت غرّا صفحہ 9
82: شرعی فیصلہ صفحہ 25
83: فتوی شریعت غرّا صفحہ 2
84: فتویٰ شریعت غرّا صفحہ 5
85: فتویٰ شریعت غرّا صفحہ 4،5
86: شرعی فیصلہ صفحہ 22
87: شریعت غرّا صفحہ 3
88: شرعی فیصلہ صفحہ 20
89: شرعی فیصلہ صفحہ 24
90،91: شرعی فیصلہ صفحہ 31
92: شرعی فیصلہ صفحہ 24
93: حسام الحرمین صفحہ 95
94: فتویٰ 1892ء منقول از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 6 صفحہ 185
95: فتویٰ 1892ء از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 6 صفحہ 201
96: فتویٰ 1893ء منقول از فتویٰ در تکفیر منکر عروج جسمی و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام

97: فتویٰ شریعت غرّا صفحہ 12

98: فتویٰ مطبوعہ 1892ء از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 6 صفحہ 201

99: فتویٰ در تکفیر منکر عروج جسمی و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ شائع شُدہ 1311ھ در مطبع محمدی واقعہ مدراس

100: مجموعہ کفریات مرزا غلام احمد قادیانی مؤلفہ سید محمد غلام صاحب احمد پور شرقیہ مطبوعہ مطبع صادق الانوار بہاولپور صفحہ 5، 6

101: مجموعہ کفریات مرزا غلام احمد قادیانی مؤلفہ سید محمد غلام صاحب احمد پور شرقیہ مطبوعہ مطبع صادق الانوار بہاولپور صفحہ 11

102: الفضل 19 اکتوبر 1915ء صفحہ 6 و تاریخ مالا بار صفحہ 35

103: اخبار اہلحدیث 6 دسمبر 1918ء زیر عنوان '' بڑی زبردستی ہے'' بحوالہ الفضل 14 دسمبر 1918ء صفحہ نمبر 3۔

104: الفضل جلد 8 نمبر 76، 77 مورخہ 11، 14 اپریل 1921ء صفحہ 7

105: الفضل جلد 5 نمبر 64 مورخہ 9 فروری 1918ء صفحہ 3

106: الفضل جلد 15 نمبر 81 مورخہ 13 اپریل 1928ء صفحہ 5

107: الفضل جلد 15 نمبر 85 مورخہ 27 اپریل 1928ء صفحہ 8

108: الفضل جلد 21 نمبر 102 مورخہ 25 فروری 1934ء صفحہ 6

109: ہلال بمبئی 14 مارچ 1936ء

110: روزنامہ ہلال بمبئی 13 مارچ 1936ء

111: الفضل جلد 27 نمبر 105 مورخہ 9 مئی 1939ء صفحہ 5

112: الفضل جلد 31 نمبر 179 مورخہ یکم اگست 1943ء

113: الفضل جلد 31 نمبر 224 مورخہ 23 ستمبر 1943ء صفحہ 1

114: الفضل جلد 33 نمبر 189 مورخہ 13 اگست 1944ء صفحہ 2

115: زمیندار 21 جنوری 1951ء صفحہ 9

116: منقول از اشاعۃ السنہ جلد 13 نمبر 5

117: فتویٰ در تکفیر عروج جسمی و نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام مطبوعہ مدراس 1311ھ

118: مجموعہ کفریات مرزا غلام احمد قادیانی مؤلفہ سیّد محمد غلام صاحب احمد پور شرقیہ صفحہ 5

119: شرعی فیصلہ صفحہ 31

120: اشتہار مخادعت مسیلمہ قادیانی صفحہ 2

121: اشتہار مخادعت مسیلمہ قادیانی صفحہ 14

122: قادیانی مسئلہ صفحہ 30۔ مطبوعہ مارچ 1992ء

123: المؤمن: 29

124: الحاقه :45تا47

125: قادیانی مسئلہ صفحہ 34، مطبوعہ مارچ 1992ء

126: قادیانی مسئلہ صفحہ 34،35۔ مطبوعہ مارچ 1992ء

127: آزاد 11 مئی 1951ء و زمیندار 28 مئی 1951ء

128: قادیانی مسئلہ صفحہ 32 مطبوعہ 1992ء

129: تبلیغِ رسالت جلد 7 صفحہ 17

130: قادیانی مسئلہ صفحہ 124 مطبوعہ 1992ء

131: قادیانی مسئلہ صفحہ 49 مطبوعہ 1992ء

132: قادیانی مسئلہ صفحہ 49 مطبوعہ 1992ء

133: تبلیغ رسالت جلد 7 صفحہ 17

134: ترجمان القرآن جون 1948ء صفحہ 119

135: ترمذی ابواب الدیات باب ماجاء فیمن قتل دون مالہٖ فھو شھید میں الفاظ کی ترتیب میں صرف فرق ہے۔

136: الفضل جلد 23 نمبر 55 مورخہ 3 ستمبر 1935ء صفحہ 9،10

137: قادیانی مسئلہ صفحہ 51 مطبوعہ 1992ء

138: ''ترکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض'' بحوالہ الفضل 27 ستمبر 1919ء صفحہ 3 تا 11

139: ''معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ'' بحوالہ الفضل 7 جون 1920ء صفحہ 4، 5

140: ریوٹر (Reuters) 1851ء سے قائم شدہ انٹر نیشنل نیوز ایجنسی جس کا ہیڈ کوارٹر لندن میں ہے۔ (Wikipedia)

141: الفضل جلد 9 نمبر 1 مورخہ 4 جولائی 1921ء صفحہ 6

142: الفضل جلد 8 نمبر 76، 77 مورخہ 11، 14 اپریل 1921ء صفحہ 5

143: الفضل جلد 12 نمبر 135، 140 مورخہ 9 جون 1925ء و 20 جون 1925ء

144: قادیانی مسئلہ صفحہ 40۔ مطبوعہ 1992ء

145: قادیانی مسئلہ صفحہ 41، 42۔ مطبوعہ 1992ء

146: قادیانی مسئلہ صفحہ 52۔ مطبوعہ 1992ء

147: قادیانی مسئلہ صفحہ 52۔ مطبوعہ 1992ء

148: الفضل جلد 32 صفحہ 233 مورخہ 5 اکتوبر 1944ء صفحہ 3

149: الفضل جلد 35 نمبر 120 مورخہ 21 مئی 1947ء صفحہ 4

150: اخبار ''غریب'' و اخبار ''عوام'' لائل پور مورخہ 13 مئی 1952ء بحوالہ الفضل 24 مئی 1952ء صفحہ 6

151: قادیانی مسئلہ صفحہ 35 مطبوعہ 1992ء